پروقار محبت عزت نواز عشق

سیّد ریاض حسین شاہ

پروقار محبت عزت نواز عشق

سید ریاض حسین شاہ

ادارہ تعلیمات اسلامیہ خیابان سرسید سیکٹر III راولپنڈی فون: 051-4831112

بنیادی عقیدہ

☆ اللہ ہمارا رب ہے اور منزہ عن العیوب ہے۔

☆ محمد ﷺ اللہ کے رسول اور معصوم عن الخطا ہیں۔

☆ قرآن مجید اللہ کی کتاب، ہمارا ضابطہ حیات اور بے عیب کلام ہے۔

انسان خطاؤں اور لغزشوں کا پتلا ہے، اس حیثیت سے بہر حال یہ امکان ہوتا ہے کہ وہ لکھتے ہوئے پھسل جائے۔ دوران مطالعہ اگر آپ اشارۃً یا صراحۃً کسی بھی انداز میں ہمارے درج بالا بنیادی عقائد کو مجروح ہوتا ہوا پائیں تو اس کو ہماری ذاتی کمزوری متصور کرتے ہوئے قلم زد کر دیں۔ ہم اپنی عزت، مقام اور جھوٹی انا کے مقابلے میں ایمان کو بہر صورت ترجیح دیتے ہیں۔

جملہ حقوق محفوظ ہیں

نام کتاب: پروقار محبت عزت نواز عشق

تصنیف: سید ریاض حسین شاہ

بار

تعداد:

قیمت:

ناشر: ادارہ تعلیمات اسلامیہ خیابان سرسید سیکٹر III راولپنڈی

فون: 051-4831112

فہرست مضامین

نمبر شمار	عنوانات	صفحہ
۱	عرض مصنف	۴
۲	محبت کا مفہوم	۵
۳	عشق کا مفہوم	۷
۴	محبت کس سے	۷
۵	خدا سے محبت کیسے؟	۸
۶	عشق ---- علامت ایمان	۹
۷	عشق رسول ﷺ	۱۰
۸	حق دار حب وعشق	۱۴
۹	مبالغہ نہیں حقیقت	۱۴
۰	ایک کوشش	۱۵
۱۱	جمال محبوب ﷺ کی جھلکیاں	۱۶
۲	صاحب خلق عظیم اور محبت کا معیار ثانی	۲۳
۳	محسن انسانیت اور محبت کا معیار ثالث	۳۲
۴	دیتا وہ ہے دلاتے یہ ہیں	۳۴
۵	اے ظہور تو ----	۳۵
۶	بہاروں کا نقیب	۳۶
۷	دعویٰ بھی ---- دلیل بھی	۳۶
۸	حسن نظام کی ایک مثال	۳۷
۹	رسول اکرم ﷺ کا عام رویہ	۳۷
۲۰	مخالفین سے آپ کا سلوک	۳۹
۲۱	انسانی سیادت کا خدائی اہتمام	۴۰
۲۲	حاصل مدعا	۴۱
۲۳	انبیاء اکرام اور محبت کا استحقاق	۴۱
۲۴	محبت کا سب سے بڑا حق	۴۲
۲۵	ایک ضمنی بحث	۴۲
۲۶	عصمت اور استحقاق محبت	۴۴
۲۷	عصمت انبیاء کی حقیقت	۴۴
۲۸	عشق رسول کا ایک اہم تقاضا	۴۶
۲۹	اکرام رسول کے قرآنی مناظر	۴۹
۳۰	شاتم رسول کی سزا	۵۶
۳۱	ورد محبت ---- وظیفہ عشق	۵۸
۳۲	خدا کی یاد ---- خدا کی پسند	۵۹
۳۳	یاد رسول اور سوغات محبت	۶۲
۳۴	اطاعت نہیں تو محبت نہیں	۶۸
۳۵	سنت کی اہمیت	۶۹
۳۶	خدا کے محبوب لوگ	۷۳
۳۷	محبت ---- محبت کا معیار	۷۹
۳۸	نسبتوں کی محبت	۸۱
۳۹	محبت ---- جس میں رقابت نہیں	۸۴
۴۰	محبت اور سعی و عمل	۸۵
۴۱	عشق کی عطائیں	۸۸
۴۲	عشق مجازی اور اس کے فسادات	۹۱
۴۳	شعلہ عشق ہویدا کہاں سے	۹۳
۴۴	حب وعشق اور حکماء وعارفین کے اقوال	۱۰۰

عرض مصنف

"پُر وقار محبت عزت نواز عشق" حقیقت میں ایک تنظیمی اور تربیتی اجتماع میں کی گئی میری ایک تقریر کی پھیلائی ہوئی صورت ہے۔ میں ذاتی طور پر قلمکار ہوں اور نہ ہی لکھنے کا مجھے سلیقہ ہے اور اس پر مزید یہ کہ اتنا اچھا اردو دان بھی نہیں، جہاں تک کتاب کی ترتیب وتسوید کا تعلق ہے تو یہ محض اللہ کا فضل اور میرے احباب کے شوق کے نتیجے میں ہے، البتہ یہ ضروری نہیں کہ میرے دوستوں کا شوق اور محبت میری قابلیت کی دلیل بھی ہو سکے۔

کتاب میں محبت کے چند معیار قائم کر کے "کتاب وسنت" سے تقریباً وہ سارا مواد جمع کر لیا گیا ہے جس سے ثابت ہوتا ہے کہ محبت کا حق صرف خدا اور اس کے رسول ﷺ کے لئے ہے۔ مواد کی جمع بندی میں قارئین کے فائدے کے لئے جہاں ضروری سمجھا تفصیل وتطویل سے بھی کام لیا ہے۔

جہاں تک کتاب کی ترتیب وترکیب کا تعلق ہے تو میں سمجھتا ہوں کہ اس مواد کو اس سے بہتر انداز سے بھی مرتب کیا جا سکتا ہے لیکن اپنی یہ مجبوری ہے کہ جو کچھ لکھا وہ خدا کی رضا کے لئے لکھا۔ اب اتنا وقت نہیں کہ نقاد حضرات کی خوشنودی کے لئے مسودے میں کانٹ چھانٹ کرتا پھروں۔ اہل محبت اگر میری اس کتاب کو پڑھیں گے تو ان کے بارے میں کم از کم یہ اطمینان ضرور رکھتا ہوں کہ انہیں خدا اور رسول اللہ ﷺ کی محبت کے سوا کوئی دوسری بات اس تالیف میں نہیں ملے گی۔ کسی لکھنے والے کی یہ خوش قسمتی نہیں ہوتی کہ اسے کوئی کتنا بڑا عالم یا عظیم ادیب تسلیم کرتا ہے بلکہ اس کی حقیقی خوش بختی یہ ہوتی ہے کہ اس کے ترتیب دیئے گئے الفاظ وکلمات سے کوئی شخص خدا اور اس کے حبیب کی کتنی محبت حاصل کرتا ہے اور اس کا تعلق اسلام سے کس حد تک بڑھتا ہے۔

خدا کرے "پُر وقار محبت عزت نواز عشق" سے یہی مقصد حاصل ہو۔ کتاب میں جو خوبیاں ہیں وہ اللہ کی طرف سے ہیں اور جو خامیاں ہیں وہ میری طرف سے ہیں اور میں ان پر خدا سے معافی کا خواستگار ہوں اور قارئین سے بھی التماس ہے کہ وہ راقم کی مغفرت کے لئے دعا کریں۔

سید ریاض حسین شاہ

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

نحمدہٗ و نصلی علی رسولہ الکریم

محبت اور عشق دو ایسے کلمے ہیں جن کا تعلق قال سے زیادہ حال کے ساتھ ہے۔ یہی وجہ ہے کہ ان کا ادراک علم اور کتاب، اقوال اور الفاظ کے بجائے ذوق اور وجدان سے ہوتا ہے۔

محبت کا مفہوم:

خواجہ یحییٰ معاذ کا قول ہے کہ:

المحبة لا یعبر عنها مقالة

''محبت ایک کیفیت اور حال کا نام ہے جس کی تعبیر الفاظ سے نہیں کی جاسکتی''۔

البتہ محبت اور عشق کے ماخذ ہائے اشتقاق سے ان کے احوال کے بارے میں روشنی حاصل کی جاسکتی ہے۔

جہاں تک لفظ محبت کا تعلق ہے تو یہ قرآن حکیم اور احادیث رسول مقبول ﷺ میں مختلف مادوں میں استعمال ہوا ہے۔ عام طور پر یہ کہا جاتا ہے کہ یہ ''حبۃ'' سے ماخوذ ہے اور حبۃ یا حب عربی زبان میں بیج کو کہتے ہیں۔ قرآن کریم نے ان الفاظ کو اسی مفہوم کے ساتھ چند مقامات پر استعمال کیا ہے۔

ارشاد باری ہے:

اِنَّ اللّٰهَ فَالِقُ الْحَبِّ وَالنَّوٰى ؕ (الانعام:۹۵)

''بے شک اللہ دانے اور گٹھلی کو پھاڑ کر پیدا فرمانے والا ہے''۔

دوسرے مقام پر ارشاد فرمایا:

كَمَثَلِ حَبَّةٍ اَنْۢبَتَتْ سَبْعَ سَنَابِلَ فِيْ كُلِّ سُنْۢبُلَةٍ مِّائَةُ حَبَّةٍ ؕ (البقرہ:۲۶۱)

”بالکل اُس دانے کی مثال سے ملتی جلتی ہے جو سات بالیں اُگائے ہر بالی میں سو سو دانے ہوں“۔

اب دیکھنا یہ ہے کہ بیج یا حبۃ کے وہ کون سے خصائص ہیں جن کی بنا پر اس جذباتی یا احساساتی لگاؤ کو جو ایک آدمی کے لئے دوسرے کے دل میں پیدا ہو جاتا ہے، لفظ محبت سے تعبیر کر دیتے ہیں۔

بیج جس طرح اپنی نشوو ارتقاء کے لئے زرخیز زمین کا محتاج ہوتا ہے اور اسے ایک عرصہ تک اندرون زمین رہنا پڑتا ہے، بعینہ محبت کا بھی جہاں باطن انسان کے ساتھ تعلق ہوتا ہے وہاں اس کے پروان چڑھنے کے لئے چاہنے والے دل درکار ہوتے ہیں۔ بیج کی طرح ”جذبہ محبت“ بھی پھلتا پھولتا ہے، اس کی نشوونما ہوتی ہے، احوالِ مختلفہ اس کے راستے میں رکاوٹ نہیں بن سکتے۔ بایں ہمہ جس طرح بیجوں کی مختلف قسمیں ہوتی ہیں محبت بھی کئی انداز اور متنوع روپ رکھتی ہے۔ ماحول، سوچ اور فکر کے اعتبار سے جذبہ عشق و محبت کا استعمال بھی مختلف طریقوں کے ساتھ کیا جاتا ہے۔ محبت کا صحیح اور عزت ربا بیج وہی ہے جس سے گلزار حیات میں بلند اخلاقی، شرافت، نیکی اور احسان کے پھول کھلیں۔

محبت کے چند اور مفہومات بھی قرآن حکیم سے اخذ کئے جا سکتے ہیں۔

ارشاد رب ذوالجلال ہے:

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لَا تَتَّخِذُوا آبَاءَكُمْ وَإِخْوَانَكُمْ أَوْلِيَاءَ إِنِ اسْتَحَبُّوا الْكُفْرَ عَلَى الْإِيمَانِ (التوبہ:۲۳)

”اے ایمان والو! اپنے باپ دادا اور اپنے بھائیوں کو سرپرست اور پیارا نہ بناؤ اگر وہ ایمان پر کفر کو ترجیح دیں“۔

مذکورہ صدر آیت میں محبت ”لفظ چاہنے“ یا ”ترجیح دینے“ کے معنی میں استعمال ہوا ہے۔ کبھی کبھار اس کلمہ کا اطلاق ”ارادہ“ پر بھی ہوتا ہے۔

پروردگار عالم ارشاد فرماتے ہیں:

فِيهِ رِجَالٌ يُحِبُّونَ أَنْ يَتَطَهَّرُوا (التوبہ:۱۰۸)

"جس میں وہ عظیم لوگ ہیں جنہیں صاف ستھرا رہنے سے بڑا پیار ہے"۔

البتہ یہ یاد رہے کہ محبت کی ہر قسم میں ارادہ ہوتا ہے لیکن یہ ضروری نہیں کہ ہر ارادہ محبت ہو۔ بعض بزرگوں نے لکھا ہے کہ جب "محبت" چھوٹوں کی طرف ہو تو "پسند" اور "چاہنے" کا مطلب رکھتی ہے اور اگر نسبت بڑوں کی طرف ہو تو معنی "انعام واکرام" ہوتا ہے۔

غالب گمان یہ ہے کہ "حباب" کا لفظ بھی اسی سے ماخوذ ہے۔ جس کا مطلب "بلبلہ" ہوتا ہے۔ اس کے پیش نظر محبت کا معنی فنائیت لیا جائے گا۔

عشق کا مفہوم:

کہتے ہیں عشق عشقہ سے ماخوذ ہے جو ایک بیل کا نام ہے۔ اس بیل کی خصوصیت یہ ہے کہ جس درخت کے ساتھ لپٹ جائے پہلے وہ زرد ہوتا ہے پھر وہ سوکھ جاتا ہے۔

افراط محبت کو عشق سے اسی لئے تعبیر کیا جاتا ہے۔ محبّ جمال محبوب کی تجلیات میں اس قدر محو ہوتا ہے کہ اس کی اپنی ذات فنا ہو جاتی ہے۔ اسے بجز معشوق کے اور کوئی چیز دکھائی نہیں دیتی۔

غرض کہ لگاؤ، تعلق اور رضا کا پہلا درجہ محبت کا ہے اور آخری عشق۔ جس میں لگاؤ اور تعلق بے قراری اور بے تابی میں بدل جاتے ہیں اور عاشق وصال محبوب کے لئے تڑپنا اور پھڑکنا شروع کر دیتا ہے۔

عشق عشقاً وغیرہ "چمٹ جانے" اور کسی چیز میں فٹ ہو جانے کے معنوں میں بھی استعمال ہوتے ہیں۔ اگر عشق کا مفہوم یہی لیا جائے تو پھر محبوب سے دل کی گہرائیوں سے وابستگی اور اس کی اتباع اور اطاعت کو عشق کہا جائے گا۔

محبت کس سے؟

انسانی مزاج اور نفسیات کا اگر گہری نظر سے مطالعہ کیا جائے تو اس نتیجے پر پہنچنا مشکل نہیں کہ اچھائی اور حسن بصورت وجود ہوں یا بشکل احوال ان کی طرف میلان طبع، رغبت نظر اور رجحان

قلب کا ہو جانا ایک فطری امر ہے۔ اب سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ کائنات کا خالق، موجودات کا ناظم رب العالمین انسان کے اس فطری میلان کو کس سے وابستگی کا حکم دیتا ہے۔

ضابطہ کائنات کی ایک دفعہ ملاحظہ ہو:

قُلْ اِنْ كَانَ اٰبَآؤُكُمْ وَاَبْنَآؤُكُمْ وَاِخْوَانُكُمْ وَاَزْوَاجُكُمْ وَعَشِيْرَتُكُمْ وَاَمْوَالُ ۨاقْتَرَفْتُمُوْهَا وَتِجَارَةٌ تَخْشَوْنَ كَسَادَهَا وَمَسٰكِنُ تَرْضَوْنَهَآ اَحَبَّ اِلَيْكُمْ مِّنَ اللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ وَجِهَادٍ فِيْ سَبِيْلِهٖ فَتَرَبَّصُوْا حَتّٰى يَاْتِيَ اللّٰهُ بِاَمْرِهٖ ۭ وَاللّٰهُ لَا يَهْدِي الْقَوْمَ الْفٰسِقِيْنَ (سورہ التوبہ: ۲۴)

"فرمادو اگر تمہارے باپ دادے اور تمہارے بیٹے اور تمہارے بھائی اور تمہارے جوڑے اور تمہارے کنبے اور تمہارے کمائے ہوئے مال اور تجارت جس میں نقصان سے تم ڈرتے ہو اور تمہاری مرغوب رہائشیں تمہیں زیادہ محبوب ہوں اللہ اور اس کے رسول اور راہ خدا میں جہاد سے تو ٹھہرو ذرا یہاں تک کہ اللہ اپنا حکم لے آئے اور اللہ فاسق قوم کو کبھی منزل یاب نہیں فرماتا"۔

مذکورہ صدر آیت میں اگرچہ عزیز و اقارب کی محبت اور لگن کو ممنوع نہیں قرار دیا گیا، تاہم اس بات کی صراحت ضرور کر دی گئی کہ اللہ کی مقصودی محبت اور عشق فقط اس کی اپنی ذات، رسول اکرم ﷺ اور جہاد فی سبیل اللہ سے ہے۔

خدا سے محبت کیسے؟

صوفیاء نے محبت خدا کے بہت سے مفہوم بیان کئے ہیں جن میں سے ہر ایک اپنی جگہ صحیح، موزوں اور دلکش ہے لیکن سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ اللہ کی ذات ایسی تو ہے نہیں جسے ادراک میں لایا جا سکے۔ اس کے برعکس محبت اور عشق نام ہی اس کوشش اور تڑپ کا ہے جس سے محب ادراک محبوب یا وصل محبوب کے لئے ماہی بے آب بنا رہتا ہے۔

اس مشکل کو قرآن بڑی خوش اسلوبی سے اور اچھوتے انداز میں حل کرتے ہوئے اتباع

رسول اور اطاعت نبی ہی کو اللہ کی محبت اور عشق قرار دیتا ہے۔

ارشاد رب العالمین ہے:

قُلْ اِنْ كُنْتُمْ تُحِبُّوْنَ اللّٰهَ فَاتَّبِعُوْنِیْ یُحْبِبْكُمُ اللّٰهُ وَ یَغْفِرْ لَكُمْ ذُنُوْبَكُمْؕ وَ اللّٰهُ غَفُوْرٌ رَّحِیْمٌ (آل عمران:۳۱)

"محبوب! فرما دو اگر تم اللہ سے محبت رکھتے ہو تو میری پیروی کرو اللہ تمہیں محبوب بنا لے گا اور بخش دے گا تمہارے گناہوں کو اور اللہ بڑا بخشنے والا بے حد رحم فرمانے والا ہے"۔

مذکورہ بالا آیت سے واضح طور پر پتہ چلتا ہے کہ محبت خدا کا راز چراغ مصطفوی سے نور حاصل کرنے اور ذاتِ مصطفیٰ کی غلامی کرنے میں پنہاں ہے۔

عشق ۔۔۔۔۔ علامت ایمان:

تعلق کا وہ مقام جہاں پر ناز و نیاز ایک دوسرے سے گلے ملتے ہیں، طالب رضائے مطلوب کے لئے فنائیت کی منزلیں طے کرتا ہے، محبت عشق کا روپ دھارتی ہے، عقل جذبۂ بے قراری کی تخلیق کو خالق کی طرف متوجہ کرتی ہے، حواسِ انسانی مقاصد حیات سے آگاہی حاصل کرتے ہیں، شہود موجود سے متعارف ہوتا ہے، حادث قدیم کا قاصد بنتا ہے، بے قرار، قرار، بے رنگ، رنگ کا موید ہوتا ہے، سرزمین دل کو باران وصل کے جھالے تراوت مہیا کرتے ہیں، قرآن اسے علامت ایمان قرار دیتا ہے۔

وَ الَّذِیْنَ اٰمَنُوْۤا اَشَدُّ حُبًّا لِّلّٰهِؕ (البقرہ:۱۶۵)

"اور وہ لوگ جو ایمان لائے ہوتے ہیں وہ حد سے بڑھ بڑھ کر اللہ کے لیے محبت کرتے ہیں"۔

بے کیف اور لا مثیل ذات کی محبت اور عشق جب صورت میں بدلتے ہیں تو "تعلق بالرسول" بن کر اتباع اور اطاعت کے اکرام زیبا تصورات میں ڈھلنا شروع کر دیتے ہیں۔ یہی وہ

مقام ہے جس میں نورِ خدا کا متلاشی ذاتِ محمد ﷺ اور تعلیماتِ احمد ﷺ کا گرویدہ بن جاتا ہے۔

عشقِ رسول ﷺ:

حضور اکرم ﷺ وجہ تکوین کائنات ہیں۔ آپ کا وجود آفرینش موجودات کی علت ہے۔ آپ کی محبت اور عشق سنت الٰہیہ ہے۔ آپ کی غلامی اور تعلق سرفرازی کونین کے حصول کا ذریعہ ہیں۔ آپ کی نسبت سعادت دارین کی ضمانت ہے۔ آپ پر عشق کے ساتھ ایمان اسرار کائنات کو سمجھنے کی کلید ہے۔ حب مصطفےٰ ﷺ کے بغیر ایمان کا تصور بھی نہیں کیا جا سکتا۔

قرآن حکیم میں ارشاد رب ذوالجلال ہے:

اَلنَّبِیُّ اَوْلٰی بِالْمُؤْمِنِیْنَ مِنْ اَنْفُسِہِمْ (الاحزاب:۶)

”نبی معظم مومنوں سے ان کی جانوں سے بھی زیادہ قریب ہیں“۔

مخبر صادق ﷺ کا ارشاد گرامی ہے:

لایؤمن احدکم حتی اکون احب الیہ من والدہٖ و ولدہٖ والناس اجمعین (مشکوٰۃ المصابیح، کتاب الایمان)

”تم میں سے کوئی ایک بھی اس وقت تک مومن نہیں بن سکتا جب تک کہ وہ مجھے ماں باپ اور آل اولاد اور سب سے زیادہ پیارا جاننے والا نہ بن جائے“۔

مغزِ قرآن ، روحِ ایمان ، جانِ دیں
ہست حبِ رحمت اللعالمین

مذکورہ حدیث کو طبرانی نے معجم کبیر اور اوسط نے ”من نفسہٖ“ کے الفاظ بڑھا کر روایت کیا ہے یعنی تکمیل ایمان کے لئے یہ ضروری ہے کہ حضور انور ﷺ سے اپنی جان سے بھی بڑھ کر محبت کرنی چاہیئے۔

حضرت امیر المومنین عمر فاروق رضی اللہ عنہ ارشاد فرماتے ہیں کہ ایک بار میں نے رحمت عالمیان ﷺ سے گزارش کی:

لانت یارسول اللہ احب الی من کل شئی الا من نفسی

''یارسول اللہ! آپ مجھے میری جان کے علاوہ کائنات کی تمام چیزوں سے زیادہ پیارے ہیں''۔

اس پر حضورﷺ نے جواباً ارشاد فرمایا:

لا والذی نفسی بیدہٖ حتی اکون احب الیك من نفسك

''قسم ہے اس ذات کی جس کے ہاتھ میں میری جان ہے، بات اس وقت تک نہیں بنے گی جب تک میں تجھے تیرے نفس سے محبوب نہ ہو جاؤں''۔

حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ محسنِ انسانیت رسول اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا:

ثلث من کن فیه وجد بهن حلاوۃ الایمان ، من کان الله و رسوله احب الیه مما سواهما و من احب عبداً لا یحبه اللّٰله و من یکرہ ان یعود فی الکفر بعد ان انقذہ الله منه کما یکرہ ان یلقیٰ فی النار۔

(مشکوٰۃ: باب الایمان)

''جس میں تین باتیں ہوں وہ ایمان کا ذائقہ چکھ لیتا ہے، اللہ اور اس کے رسول کو سب سے بڑھ کر محبوب رکھنے والا، بندوں سے فقط اللہ کے لئے محبت کرنے والا اور وہ شخص جو کفر کو ایمان کے بعد اتنا ہی برا سمجھنے والا ہو جتنا کہ آگ میں گرنے کو برا تصور کرتا ہے''۔

حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کے وہ الفاظ جو آپ نے عتبہ بن ربیعہ سے شدید ضربیں کھانے کے بعد ہوش میں آنے پر کہے تھے۔ عشقِ رسول ﷺ کی تاریخ میں سنہری حروف سے لکھنے کے قابل ہیں:

ان الله علی ان لا اذوق طعاماً ولا اشرب شراباً او اتی رسول الله۔

''مجھے ذات خدا کی قسم! میں اس وقت تک نہ کھانا کھاؤں گا اور نہ پانی پیوں گا جب تک کہ میں رسول اللہ ﷺ کے دیدار سے مشرف نہیں ہو جاتا''۔

اقبال شاید اسی لئے کہہ گئے:

معنی حرفم کنی تحقیق اگر
بنگری با دیدۂ صدیق اگر
قوت قلب و جگر گردد نبی
از خدا محبوب تر گردد نبی

حضرت عثمان ؓ بن عفان کے بارے میں روایات میں آتا ہے کہ جب نبی کریم ﷺ نے حدیبیہ کے موقع پر آپ کو قریش کے پاس بھیجا تو قریش نے حضرت عثمان ؓ کو طواف کعبہ کی اجازت دے دی لیکن حضرت عثمان ؓ نے یہ کہتے ہوئے طواف سے انکار کردیا:

ما کنت لافعل حتی یطوف بہ رسول اللہ ﷺ

''میں اس وقت تک طواف نہیں کروں گا جب تک کہ رسول اللہ ﷺ کعبہ کا طواف نہیں کرپاتے''۔

غزوہ احد کے موقع پر جب ایک انصاری عورت کا خاوند، بھائی اور باپ شہید کردیے گئے تو اس نے حضور ﷺ کی خیریت دریافت کرتے ہوئے کہا:

ارونیہ حتی انظر الیہ

''مجھے سرکار کا پتہ دیں، تاکہ میں ان کی زیارت کرلوں''

جب حضور ﷺ کے دیدار سے مشرف ہوئیں تو فرمایا:

کل مصیبۃ بعدك جلل

''یارسول اللہ! آپ سلامت ہوں تو تمام مصیبتیں ہیچ ہیں۔''

حضرت عبداللہ بن زید ؓ جنہیں ''صاحب الاذان'' کہا جاتا ہے، اپنے باغ میں کام کررہے تھے کہ کسی نے آکر حضور ﷺ کے وصال کی خبر دی، آپ وہیں دعا کرنے لگے:

اللھم اذھب بصری حتی لا اری بعد حبیبی محمد احداً

"یا اللہ! میری بینائی ختم کر دے تاکہ میں اپنے حبیب محمد ﷺ کے بعد کسی کو نہ دیکھ سکوں"۔

فکف بصرہ

"چنانچہ آپ کی بینائی اس اشتیاق میں ختم کر دی گئی"۔

"تحقیق الفتوی فی ابطال الطغوی" میں علامہ فضل حق خیر آبادی نے حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ کے بارے میں ایک دلچسپ روایت نقل کی ہے:

"دیدہ اند ابن عمر را کہ دست بر نشست گاہ رسول ﷺ از منبر نہاد پس دستِ خود را بر روئے خود نہاد"۔

"ابن عمر رضی اللہ عنہما کو دیکھا گیا کہ آپ نے اپنا ہاتھ منبر رسول اکرم ﷺ پر جہاں آپ بیٹھا کرتے تھے، رکھا اور پھر فرطِ محبت سے اپنے چہرے پر پھیر لیا"۔

بلاشبہ صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین کا یہ عقیدہ تھا کہ عشق رسول ﷺ سے ہی کائنات کو مسخر کیا جا سکتا ہے اور محبت رسول ﷺ سے ہی دنیا و عقبیٰ کی دولتیں سمیٹی جا سکتی ہیں۔

اگر خیریت دنیا و عقبیٰ آرزو داری
بدر گاہش بیاد ہر چہ میخواہی تمنا کن

حضور ﷺ کی محبت اور عشق ایسی چیز نہیں جو صرف انسانوں ہی کے لئے کامیابی کا ذریعہ ہو، بلکہ یہ وہ اصل ہے جو کائنات کے لئے مدارِ بقا کی حیثیت رکھتی ہے۔ یہی وجہ ہے کہ زمانہ رسول ﷺ کے بعض ایسے واقعات بھی نظر سے گزرتے ہیں، جن سے یہ پتا چلتا ہے کہ کائنات کا ذرہ ذرہ حضور ﷺ کی محبت رکھنے والا تھا۔

اس کی مثال حضور ﷺ کا یہ فرمان ہے:

احد جبل یحبنا و نحبہ

"احد ایک پہاڑ ہے جو ہم سے محبت کرتا ہے اور ہم اس سے محبت کرتے ہیں"۔

اسطن حنانہ کا واقعہ بھی اس سلسلہ کی ایک بین مثال ہے۔ علاوہ ازیں آثار و روایات کی

کتابیں ان واقعات سے بھری پڑی ہیں جن سے پتا چلتا ہے کہ جمادات، نباتات اور حیوانات نے بھی حضور ﷺ کی نبوت و رسالت اور احسان و کمالات کی تصدیق کی۔ حضرت علی المرتضیٰ ؓ ارشاد ہے کہ حضور ﷺ جب شہر سے باہر نکلتے تو پتھر اور درخت آپ کو مخاطب کر کے آپ پر درود و سلام بھیجتے۔

حق دار حب و عشق:

یہاں ایک سوال پیدا ہوتا ہے کہ محبت کے چند اسباب ہوتے ہیں جن کی وجہ سے کوئی شخص محبت کرنے لگتا ہے۔ آخر اس کی وجہ کیا تھی کہ لوگ اپنی عقیدتوں اور محبتوں کا مرکز حضور ﷺ ہی کو سمجھتے تھے اور اللہ تعالیٰ نے بھی حضور ﷺ سے محبت کا فرمان صادر فرمایا۔

علامہ بدر الدین عینی فرماتے ہیں کہ کسی سے محبت یا عشق کا ہو جانا تین وجوہ کی بنا پر ہوتا ہے۔ حسن و جمال کی وجہ سے، اخلاق و کردار کی بنا پر اور احسان و سلوک کو مدنظر رکھتے ہوئے۔ یہی وہ بنیادی اسباب ہیں جن کی وجہ سے کسی دل میں محبت و شوق اور عقیدت و عشق کے جذبات پروان چڑھتے ہیں۔

نبی اکرم، نور مجسم، فخر دو عالم ﷺ کے ساتھ حسن و جمال، اخلاق و کردار، احسان و سلوک، رحم و کرم، نرمی و رافت، اوصاف و کمال اور محاسن و فضائل میں مخلوق میں سے کوئی بھی شریک و مثیل نہیں۔ یہی وجہ ہے کہ موجودات کی دنیا میں محبت اور عشق کے سب سے بڑے اور پہلے حق دار رسول اللہ ہی ہیں۔

حسن یوسف دم عیسیٰ ید بیضا داری
آنچہ خوباں ہمہ دارند تو تنہا داری

مبالغہ نہیں حقیقت:

حضور اکرم ﷺ کو حسن صوری اور جمال معنوی میں یکتا اور لانظیر جاننا مبالغہ نہیں حقیقت ہے۔ یہ کسی فرد واحد کا عقیدہ نہیں، بلکہ ایک ایسا ٹھوس نظریہ ہے جسے ہر زمانہ کے باشعور انسانوں

نے تسلیم کیا، خصوصاً مومنوں کی اس نظریاتی اور اعتقادی کیفیت کو قرآن نے تحسینی انداز میں یوں بیان کیا:

اَلنَّبِیُّ اَوْلٰی بِالْمُؤْمِنِیْنَ مِنْ اَنْفُسِہِمْ (الاحزاب:۶)

''نبی معظم مومنوں سے ان کی جانوں سے بھی زیادہ قریب ہیں''۔

ایک کوشش:

یہ حقیقت مسلمہ ہے کہ حضور ﷺ تخلیق خداوندی کا حسین شاہکار ہیں۔ اس لحاظ سے رسالتمآب ﷺ کے اوصاف و کمالات اور محاسن و فضائل کا ادراکِ کلی یا احاطہ حواسِ بشریت سے باہر ہے۔ ہم اس باب میں جو کچھ کہہ سکتے ہیں حدیث واثر اور خبر و روایت کی مدد ہی سے کہہ سکتے ہیں۔

حضور ﷺ کے جمال انور، اخلاق مطہرہ اور احسان کے سلسلہ میں جو ریکارڈ اس وقت تک حدیث و تاریخ اور اس سے بڑھ کر قرآن مجید میں محفوظ ہے اس کی ہلکی سی جھلک یہاں پیش کرنے کی سعی کی جاتی ہے۔

☆☆☆☆☆

جمال محبوب ﷺ کی چند جھلکیاں

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

کان رسول الله ﷺ ابیض کانما صیغ من فضة رجل الشعر

"حضور ﷺ سفید رنگ میں ایسے خوبصورت لگتے تھے جیسے چاندی سے آپ کا بدن مبارک ڈھالا گیا ہو، بال گھونگھریالے اور قدرے خمدار تھے"۔

حضرت علی المرتضیٰ کرم اللہ وجہہ، رسول اکرم ﷺ کے حسن و جمال کی عکاسی کرتے ہوئے ارشاد فرماتے ہیں:

یقول ناعته لم ار قبله ولا بعده مثله

"نبی اکرم ﷺ کے جمال کا مدح خواں یہی کہے گا کہ آپ جیسا باکمال وباجمال نہ آپ سے پہلے دیکھا اور نہ ہی بعد میں آئے گا"۔

تیرے خلق کو حق نے عظیم کیا
تیری خلق کو رب نے جمیل کہا
کوئی تجھ سا ہوا ہے نہ ہو گا شہا
تیرے خالقِ حسن و ادا کی قسم

حضرت عباس رضی اللہ عنہ نے ایک دفعہ فرطِ محبت سے ارشاد فرمایا:

یا مخجل الشمس والبدر المنیر اذا
تبتسم الثغر لمع البرق منه اضا
کم معجزات رائنا منك قد ظهرت
یا سید ذکره یشفی به المرضی

”اے سورج اور بدر منیر کو اپنے جمال سے شرمندہ کرنے والے، تو جب مسکراتا ہے تو بجلی سی لہرا جاتی ہے۔ ہم نے تیرے کتنے ہی معجزات دیکھے ہیں۔ اے سردار! تیرے ذکر ہی سے بیماروں کو شفا ملتی ہے“۔

حضرت جابر ابن سمرہ ؓ فرماتے ہیں:

رایت رسول اللہ ﷺ فی لیلۃ اضحیان و علیہ حلۃ حمراء فجعلت انی انظر الیہ والی القمر فلھو عندی احسن من القمر

(شمائل ترمذی)

”میں نے چاندنی رات میں رسول اللہ ﷺ کو دیکھا جب کہ آپ نے سرخ رنگ کا جوڑا زیب تن فرمایا ہوا تھا۔ میں کبھی چاند کو دیکھتا، کبھی حضور ﷺ کو دیکھتا، آخر کار یہی فیصلہ کیا کہ آپ چاند سے کہیں زیادہ حسین ہیں“۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں:

کان رسول اللہ ﷺ افلج الثنیتین اذا تکلم رء ی کالنور یخرج من الثنایا

”جس وقت حضور ﷺ گفتگو فرماتے تو دانتوں کے درمیان سے ایک نور سا نکلتا ہوا معلوم ہوتا“۔

ایک مرتبہ سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے حسنِ یوسفی پر انگلیاں کٹانے والی زنان مصر کے بارے میں ارشاد فرمایا:

لو راین حسن محمد ﷺ لقتلن انفسھن

”اگر مصر کی عورتوں کو حضور ﷺ کے جمال کا دیدار نصیب ہو جاتا تو وہ اپنے آپ کو قتل کر ڈالتیں“۔

علامہ قرطبی کا قول ہے کہ رسول اللہ ﷺ کا حسن و جمال پوری طرح ظاہر نہیں کیا گیا ورنہ

آپ کو دیکھنے کا یارا کسے ہوتا۔

حضرت براء بن عازب ﷜ فرماتے ہیں:

مارأیت شیئاً قط احسن منه

"میں نے حضور اکرم ﷺ سے بڑھ کر کسی کو حسین و جمیل نہیں دیکھا"۔

محرش الکعبی ﷜ کا بیان ہے کہ ایک دفعہ حضور ﷺ نے جعرانہ سے رات کے وقت عمرہ کا احرام باندھا۔ میں نے حضور ﷺ کی پیٹھ کی جانب دیکھا تو وہ چاندی کی ڈلی کی طرح چمک رہی تھی۔

شمائل ترمذی میں ہے کہ ایک شخص نے براء بن عازب ﷜ سے سوال کیا کہ رسول اللہ ﷺ کا چہرہ مبارک کیا تلوار کی طرح تھا۔

آپ فرمانے لگے:

لا بل مثل القمر

"نہیں بلکہ چاند کی طرح تھا"۔

حضرت ابوبکر صدیق ﷜ نے ایک دفعہ حضور ﷺ کے حسن و جمال کا نقشہ یوں کھینچا:

امین مصطفی للخیر یدعو

کضوء البدر زایلہ الغمام

"آپ امین، مصطفیٰ اور خیر کی طرف بلانے والے ہیں، آپ چاند کی ایسی روشنی ہیں جس سے تاریکی چھٹ جاتی ہے"۔

ابوکبیر ہذلی نے کہا:

و اذا نظرت الی اسرۃ وجھہ

برقت کبرق العارض المتھلل

"جب میری نگاہ ان کے روئے تاباں پر پڑی تو اس کی دمک ایسی تھی جیسے لکۂ ابر میں بجلی کوندرہی ہو"۔

اللہ رے، تیرے جسم منور کی تابشیں

اے جانِ جاں! میں جانِ تجلی کہوں تجھے

حضرت ام معبد رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ رسول اللہ ﷺ کے اوصاف حمیدہ کا کیا کہنا، آپ دور ہوں یا نزدیک، ہر حالت میں حسین وجمیل نظر آتے ہیں۔

ایک مفکر کا قول ہے:

"قسم ہے اس ذات کی جس نے آپ کے محاسن اور صورت کو کمال بخشا، پھر آپ کو اپنا محبوب بنانے کے لئے چنا، آپ اس بات سے بری ہیں کہ کوئی محاسن میں آپ کا شریک ہو اور آپ کا جوہر حسن نا قابل تقسیم ہے۔

(شمائل رسول، شیخ نبہانی)

جمال رسول ﷺ اور حسن نبی کا بیان کیونکر ممکن ہو، جب رب قدوس خود ہی جمال مصطفوی کی تابانیوں اور رعنائیوں کو قرآن حکیم میں "سراج منیر" سے تعبیر کر رہا ہے۔

یٰۤاَیُّهَا النَّبِیُّ اِنَّاۤ اَرْسَلْنٰكَ شَاهِدًا وَّ مُبَشِّرًا وَّ نَذِیْرًا ﴿۴۵﴾ وَّ دَاعِیًا اِلَى اللّٰهِ بِاِذْنِهٖ وَ سِرَاجًا مُّنِیْرًا ﴿۴۶﴾ (الاحزاب: ۴۶،۴۵)

"اے نبی معظم! ہم نے آپ کو نگران و نگہبان اور خوشخبری دینے والا اور ہلاکت آفرین چیزوں سے آگاہ کرنے والا بنا کر بھیجا اور اللہ کی طرف دعوت دینے والا اسی کے اذن سے اور روشنی دینے والا چراغ بنا کر بھیجا ہے"۔

حضور ﷺ کے جسم اطہر کی نفاست اور لطافت کا یہ حال تھا کہ آپ جب سورج کی روشنی یا چاند کی چاندنی میں چلتے تو آپ کا سایہ نہ ہوتا۔

حضرت حسان بن ثابت رضی اللہ عنہ نے حضور ﷺ کے حسن و جمال کا نقشہ یوں کھینچا ہے:

و احسن منك لم تر قط عینی

و اجمل منك لم تلد النساءُ

خلقت مبرأ من كل عيب
كانك قد خلقت كما تشاءُ

"یارسول اللہ ﷺ! آپ سا حسین وجمیل میری آنکھ نے اور کوئی نہیں دیکھا اور نہ ہی حسن وجمال کا ایسا پیکر کسی ماں نے جنا۔ آپ اس طرح عیبوں سے پاک پیدا کئے گئے، جیسے آپ ہی کی چاہت کے مطابق آپ کو بنایا گیا ہو"۔

حضرت انس رضی اللہ عنہ حضور ﷺ کے بارے میں ارشاد فرماتے ہیں:

كان رسول الله ﷺ ازهر اللون كان عرقه اللؤ لوءُ

(مسلم شریف)

"رسول اللہ ﷺ کا رنگ مبارک روشن اور دل پسند تھا، پسینہ ایسے دکھائی دیتا، جیسے موتی ہوتے ہیں"۔

رسول اللہ ﷺ کی ہتھیلیاں ریشم وحریر سے بھی زیادہ نرم تھیں۔ ان سے خوشبو ایسے آتی جیسے عطر فروش کی ہتھیلی سے آتی ہے۔ اگر آپ سے کوئی ہاتھ ملاتا تو اس میں بھی برودت اور خوشبو آجاتی۔ رسول اللہ ﷺ کے جسم اطہر سے نکلنے والا پسینہ نفیس اور بے نظیر خوشبو رکھتا تھا۔ ایک بار حضور ﷺ نے ام سلیم سے پوچھا۔ ام سلیم! کیا کرتی ہو؟ کہنے لگیں یارسول اللہ! میں آپ کا پسینہ جمع کر رہی ہوں، اسے میں بطور خوشبو استعمال کروں گی۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

مَا رایت شیئاً اَحسَنَ مِنَ رَسُوْلِ اللہ صَلَّی اللہ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ کَانَّ الشَّمسَ تَجرِیْ فِی وَجْھِہٖ اِذَا ضحِكَ يَتَلَاءُ لُؤُ فِی الْجُدُرِ۔

"میں نے حضور ﷺ سے بڑھ کر کسی کو حسین نہیں دیکھا۔ ایسے محسوس ہوتا جیسے سورج رسول اللہ ﷺ کے چہرۂ نور میں آ گیا ہو۔ جب آپ مسکراتے تو دیواریں روشن ہو جاتیں"۔

دیر و حرم میں روشنی شمس و قمر سے ہو تو کیا
مجھ کو تو تم پسند ہو، اپنی نظر کو کیا کروں

حضور ﷺ کے بارے میں حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے ارشاد فرمایا کہ:

''آپ جب ہنستے تو دیواریں روشن ہو جاتیں''۔

اس سے ملتی جلتی ایک روایت ملاحظہ ہو:

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ ایک رات سحری کے وقت کچھ سیتے ہوئے سوئی گر گئی۔ اتنے میں حضور ﷺ حجرہ میں داخل ہوئے۔ آپ کے چہرہ انور کی روشنی اور مسکراہٹ کی نور پاشی سے میں نے کھوئی ہوئی سوئی تلاش کر لی۔

یہ جو مہر و مہ پہ اطلاق آتا نور کا
بھیک تیرے نام کی ہے استعارا نور کا

نسیم الریاض میں ہے کہ اہل عرب ایک دفعہ قحط سالی کے موقع پر حضرت ابو طالب کے پاس آئے اور کہا کہ رب کعبہ سے بارش کی دعا کیجئے۔ حضرت ابو طالب حضور اکرم ﷺ کو کندھوں پر اٹھا کر حرم شریف میں آئے اور آپ کی پشت مبارک کعبہ معظمہ کے ساتھ لگا کر آپ کے وسیلہ سے بارش مانگنے لگے۔ رسول اللہ ﷺ نے انگلی مبارک سے اشارہ کیا، بس کیا دیر تھی اتنی بارش برسی کہ جل تھل ہو گیا۔

حضرت ابو طالب مدح رسول اللہ ﷺ میں آپ کے حُسن و جمال کے واصف یوں ہوئے:

و ابیض یستسقی الغمام بوجھہ
ثمال الیتامٰی عصمۃ للارامل

''وہ سفید اور روشن چہرہ جس کے وسیلہ سے بارش مانگی جاتی ہے، یتیموں کی جائے پناہ اور بیواؤں کا محافظ ہے''۔

حضرت عبداللہ بن رواحہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا:

لو لم تكن فيه اٰيات بينة

لكان منظرهٗ ينبیک بالخبر

''اگر آپ میں واضح معجزات نہ بھی ہوتے تو پھر بھی آپ کے حسن و جمال کا منظر آپ کے نبی ہونے کی دلیل تھا''۔

'' یاایھاالمزمل ''''یاایھا المد ثر'' ''والضحیٰ''اور ''نور ''سارے ہی قرآنی کلمات ﷺ کے حسن بے عدیل کی ازلی نعتیں ہیں۔

کیا خوب فرمایا امام زین العابدین رضی اللہ عنہ نے:

من وجهه شمس الضحی من خدہ بدر الدجی

من ذاته نور الهدی من کفه بحر الهمم

''وہ جن کا چہرہ آفتاب نیمروز ہے اور رخسار ماہ کامل، وہ جن کی ذات ہدایت کا نور ہے اور ہتھیلی سخاوت میں دریا''۔

رسول اللہ ﷺ کے حُسن و جمال کے بیان میں محدث دہلوی کا کلام پیش کرنے کے بعد ہم آگے بڑھتے ہیں۔

یاصاحب الجمال ویاسید البشر

من وجهك المنیر لقد نور القمر

لا یمکن الثناء کما کان حقه

بعد از خدا بزرگ توئی قصّہ مختصر

''اے سردار کائنات! اے صاحب حسن و جمال! چاند نے نور آپ کے چہرہ انور سے ہی حاصل کیا ہے۔ آپ کی تعریف کا حق ادا کرنا ممکن ہی نہیں۔ بس یہی کہنا پڑتا ہے کہ خداوند تعالیٰ کی ذات کے بعد بزرگی اور کمال آپ ہی کے لائق ہے''۔

☆☆☆☆☆

صاحب خلق عظیم اور محبت کا معیار ثانی

محبت اور عشق کے لئے علامہ عینی کے بقول جو معیار ثانی مقرر کیا گیا تھا وہ کسی کا اخلاقی حُسن ہوتا ہے۔ آنحضرت ﷺ جس طرح حُسن و جمال میں منفرد اور ممتاز مقام کے مالک تھے، اسی طرح پختگی کردار اور حُسنِ اخلاق کے میدان میں بھی آپ کا مثل کوئی نہیں تھا۔

رسول اللہ ﷺ کے حسن کردار کی عظمتوں اور رفعتوں کا کیا کہنا۔ قرآن حکیم میں خالق کائنات خود ارشاد فرماتا ہے:

وَاِنَّكَ لَعَلٰى خُلُقٍ عَظِيْمٍ (القلم: ۴)

"اور یقیناً ہر قسم کا عظیم اخلاق آپ کی دسترس میں ہے"۔

اس آیت کریمہ میں مقام رسالت اور عظمت نبوت کے بارے میں قیامت تک کے ہونے والے انسانوں کو بتا دیا کہ رسولِ اکرم ﷺ جس طرح تخلیق خداوندی کا شاہکار ہیں، اسی طرح تربیت ربِّ ذوالجلال کا بھی مظہر لا مثیل ہیں۔

آپ کے خلق عظیم ہی کی بدولت قرآن مجید کائنات کی رہنمائی اور رہبری کے لئے آپ کی زندگی کو آیڈیل لائف (IDEAL LIFE) قرار دیتا ہے۔

لَقَدْ كَانَ لَكُمْ فِيْ رَسُوْلِ اللّٰهِ اُسْوَةٌ حَسَنَةٌ لِّمَنْ كَانَ يَرْجُوا اللّٰهَ وَالْيَوْمَ الْاٰخِرَ وَذَكَرَ اللّٰهَ كَثِيْرًا (الاحزاب: ۲۱)

"بے شک تمہارے لیے بہترین نمونہ اللہ کے رسول ہی کی زندگی میں ہے، اس کے لیے جو اللہ اور یوم آخرت کی اُمید رکھتا ہو اور کثرت کے ساتھ اللہ کا ذکر کرتا ہو"۔

انسان کی معاشرتی زندگی میں اخلاق کی اہمیت ہی کی بنا پر حضور ﷺ حُسنِ اخلاق کی دعا

فرمایا کرتے تھے:

واھدنی لا حسن الاخلاق لا یھدی لا حسنھا الا انت واصرف
عنی سیا تھا لا یصرف عنی سیاتھا الا انت (مسلم شریف)

"اے اللہ! تو اچھے سے اچھے اخلاق کے ساتھ میری رہنمائی فرما۔ تیرے سوا اخلاق کو کوئی بھی بہتر نہیں بنا سکتا۔ اے اللہ! بُرے اخلاق کو مجھ سے دور فرما اور تیرے سوا کوئی بھی ایسا نہیں جو برائیوں کو دور کر سکتا ہو"۔

یہ خدا کے فضل و کرم، عطا و عنایت اور حضور ﷺ کی طلب و چاہت اور ارادہ و خواہش ہی کا نتیجہ تھا کہ رسالت مآب ﷺ کے کریمانہ اخلاق کے حسن و جمال کی بندہ نوازیوں اور کرم فرمائیوں نے انسانیت کو امن اور چین کے ساتھ زندگی گزارنے کا ڈھنگ سکھایا۔

ایک حدیث میں رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

انما بعثت لا تمم مکارم الاخلاق

"میری بعثت حُسنِ اخلاق کی تکمیل کے لئے ہے"۔

نبی اکرم ﷺ کے اس وصف کی طرف قرآنِ کریم نے "یزکیھم" کے الفاظ میں اشارہ کرتے ہوئے آپ کو پاک اور صاف کرنے والا قرار دیا، ظاہر ہے اس سے مراد انسانی زندگیوں کو اخلاقی محاسن سے آراستہ کرنا ہی لیا جا سکتا ہے۔

حضرت سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے کسی نے سوال کیا کہ رسول اللہ ﷺ کا اخلاق کیسا تھا۔ آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے ارشاد فرمایا، آپ ﷺ کا اخلاق قرآن ہی تو تھا۔

ایک حدیث میں خود رسول اللہ ﷺ نے اپنی زندگی، اخلاق اور اُسوہ کا مرقع پیش فرمایا!

"معرفت میری زندگی کا سرمایہ ہے، عقل میرے دین کی اصل ہے، محبت میری بنیاد اور شوق میری سواری ہے، اللہ کی یاد میرا انیس اور اعتماد میری دولت ہے، غم میرا دوست اور علم میرا ہتھیار ہے، صبر میرا لباس اور رضا میرا مالِ غنیمت ہے،

عاجزی میرا فخر اور عبادت میرا پیشہ ہے، یقین میری قوت اور صداقت میری سفارش ہے، اطاعت میری کفایت اور جہاد میرا خلق ہے اور نماز میری آنکھوں کی ٹھنڈک ہے"۔ (کتاب الشفاء)

حضرت انس ﷺ فرماتے ہیں کہ کوئی ایسی عمدہ بات نہیں جس کی نصیحت ہمیں رسول اللہ ﷺ نے نہ فرمائی ہو اور کوئی ایسی بُری بات نہیں جسے چھوڑنے کی تلقین رسول اللہ ﷺ نے نہ فرمائی ہو۔

حضرت انس ﷺ حضور ﷺ کے اخلاقِ حسنہ کا نقشہ کھینچتے ہوئے فرماتے ہیں:

خدمت رسول اللہ ﷺ عشر سنین فما قال لی اف قط وما قال لی لشئی لم صنعتہ ولا لشئی ترکتہ لم ترکتہ (شمائل ترمذی)

"میں نے دس سال نبی اکرم ﷺ کی خدمت کی۔ آپ نے مجھے کبھی اف تک نہیں فرمایا۔ کبھی ایسے نہیں ہوا کہ میں نے کوئی کام کیا ہو اور آپ نے فرمایا ہو کہ تو نے ایسا کیوں کیا؟ یا کوئی کام چھوڑا ہو اور آپ نے یہ ارشاد فرمایا ہو کہ یہ کام تو نے کیوں چھوڑا؟

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں:

ما ضرب رسول اللہ ﷺ بیدہ شیأ قط اِلّا ان یجاھد فی سبیل اللہ ولا ضرب خادمًا ولا امرأۃ

"رسول اکرم ﷺ نے اپنے ہاتھ مبارک سے کبھی اللہ کے راستہ میں جہاد کے علاوہ کسی کو نہیں مارا، نہ کبھی کسی خادم کو اور نہ کسی عورت کو"۔

حضرت عمرو بن العاص ﷺ فرماتے ہیں کہ رسول کریم ﷺ قوم کے شریر ترین آدمی کی طرف بھی کریمانہ التفات فرماتے اور خصوصی توجہ سے گفتگو فرماتے تا کہ تالیف قلب ہو سکے۔

حضرت عمرو بن العاص ﷺ فرماتے ہیں کہ یہ آپ کی خصوصی توجہ ہی کا نتیجہ تھا کہ میں

اپنے آپ کو سب سے افضل سمجھنے لگا، یہاں تک کہ ایک دن سوال کر بیٹھا کہ یارسول اللہ ﷺ میں افضل ہوں یا ابوبکر ؓ، آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا "ابوبکر" پھر میں نے پوچھا یارسول اللہ ﷺ میں افضل ہوں یا "عمر" فرمایا "عمر" پھر میں نے پوچھا، یارسول اللہ ﷺ میں افضل ہوں یا عثمان ؓ تو آپ ﷺ ارشاد فرمانے لگے "عثمان" حضرت عمرو بن العاص ؓ فرماتے ہیں، مجھے خیال گزرا کہ اگر سوال نہ ہی کرتا تو بہتر ہوتا۔

حضرت انس ؓ حضور اکرم ﷺ کے شفیقانہ برتاؤ اور کریمانہ اخلاق کے بارے میں ارشاد فرماتے ہیں کہ حضور ﷺ نہایت حسین اخلاق کے مالک تھے۔ ایک بار آپ نے مجھے کسی کام کے لئے بھیجنا چاہا تو میں نے قسم اٹھائی کہ میں نہیں جاؤں گا حالانکہ میرے دل میں جانے کا عزم تھا کہ رسول پاک ﷺ کا حکم مانوں گا لیکن جب باہر نکلا تو بازار میں کھیلتے ہوئے بچوں پر گزر ہوا۔ کیا دیکھتا ہوں کہ رسول اللہ ﷺ تشریف لائے اور میری پیٹھ کی طرف سے ہو کر میری گدی سے پکڑ لیا۔ جب میں نے مڑ کر آپ کے چہرۂ انور پر نظر ڈالی تو آپ ہنس رہے تھے اور فرما رہے تھے کہ "گئے نہیں جہاں میں نے تمہیں بھیجا ہے" میں نے کہا یارسول اللہ ﷺ ابھی جاتا ہوں۔ (رواہ مسلم)

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں:

لم یکن رسول اللہ ﷺ فاحشا ولا متفحشا ولا سخابا فی الاسواق ولا یجزی بالسیئۃ السیئۃ ولکن یعفو ویصفح۔

"حضور اکرم ﷺ کبھی فحش گوئی نہ فرماتے، نہ طبعاً اور نہ تکلفاً۔ بازاروں میں چلا کر باتیں کرنا بھی آپ کی عادت نہ تھی۔ آپ برائی کا بدلہ برائی سے نہ دیتے بلکہ درگزر فرماتے اور معاف کر دیتے"۔

ایک حدیث شریف میں آتا ہے کہ عورت جس کی عقل میں فتور تھا، حضور ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئی اور کہنے لگی یارسول اللہ! آپ سے عرض گزار ہونا ہے، تو خلق نواز آقا ارشاد فرمانے لگے:

احلی فی ای طریق المدینۃ شئتِ اجلس الیک (شمائل ترمذی)

''شہر کی جس جگہ چاہے، میں تیری بات سننے کے لئے تیار ہوں''۔

رسول اللہ ﷺ کے اخلاق کے بارے میں حضرت انس رضی اللہ عنہ کی ایک اور حدیث ہے جس میں وہ ارشاد فرماتے ہیں:

''نورِ مجسم ﷺ بیماروں کی عیادت کرتے، جنازوں میں شرکت فرماتے، اور غلاموں کی دعوت بھی قبول فرمالیتے تھے''۔

حضرت سیدہ امّ المومنین رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں کہ لوگ رسول اللہ ﷺ سے زیادتیاں کرتے، لیکن آپ ﷺ کبھی اپنی ذات کی خاطر کسی سے انتقام نہ لیتے۔

آپ ﷺ کے تحمل اور بردباری کا عالم یہ تھا کہ طبرانی کی ایک مشہور روایت کے مطابق ایک بار ایک یہودی نے جو بعد میں مسلمان ہوگیا، حضور ﷺ سے نہایت بداخلاقی سے اپنا حق چاہا، جس پر امیر المومنین عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے ان پر سختی فرمائی تو حضور ﷺ فرمانے لگے، اے عمر! میں اور یہ، تجھ سے کسی اور بات کے مستحق تھے، یعنی مجھے تو حُسنِ ادائیگی اور اس کو نرمی کے ساتھ وصول کرنے کی تلقین کرتا۔

فتح خیبر کے وقت آپ چاندی وغیرہ حضرت بلال رضی اللہ عنہ کی چادر میں جمع کر رہے تھے۔ ایک شخص نے کہا یارسول اللہ ﷺ! انصاف کرنا۔ حضور ﷺ بولے، اگر میں نے بھی انصاف نہ کیا تو پھر اور کون کرے گا۔ حضرت عمر اُٹھ کر کھڑے ہوئے اور فرمانے لگے، میں اس منافق کی گردن ماردوں گا۔ حضور ﷺ ارشاد فرمانے لگے، میں اس سے خدا کی پناہ چاہتا ہوں کہ لوگ یہ کہنا شروع کردیں کہ محمد ﷺ اپنے دوستوں کو بھی قتل کردیتے تھے۔

شیخین نے انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت کیا کہ ایک یہودی عورت نے رسول اللہ ﷺ کو بکری کے گوشت میں زہر دے دیا۔ جب اس عورت کو حضور ﷺ پر پیش کیا گیا اور لوگوں نے پوچھا ''کیا آپ اسے قتل کرنے کا حکم صادر نہیں فرمائیں گے''؟ رسول اللہ ﷺ فرمانے لگے، ''نہیں''۔

طبرانی نے رسول اللہ ﷺ کے حسن خلق اور صفتِ حلم کے بارے میں حضرت ابوامامہ رضی اللہ عنہ

کی روایت سے ایک اور دلچسپ واقعہ نقل کیا ہے کہ ایک دن حضور ﷺ کا ایک اونچی سی جگہ بیٹھ کر چوڑی وغیرہ کی اقسام سے کچھ تناول فرما رہے تھے کہ ایک ایسی عورت کا گزر ہوا جو مردوں سے فحش گوئی اور شہوانی باتیں کرنے میں مصروف تھی۔ وہ طنزیہ حضور اکرم ﷺ کے بارے میں کہنے لگی۔ ”دیکھو! یہ شخص غلاموں کی طرح بیٹھتا ہے اور غلاموں ہی کی طرح کھاتا ہے“۔

رسول اللہ ﷺ فرمانے لگے:

”ای عبد اعبد منی“ غلامی میں مجھ سے بڑھ کر غلام کون ہوگا۔

(یاد رہے یہاں حضور اکرم ﷺ نے عبد سے مراد عبادت کرنے والا لیا)۔

وہ عورت دوبارہ کہنے لگی ”خود کھاتے جاتے ہیں اور مجھے کچھ نہیں کھلاتے“۔

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

”فکلی“ کھالے۔ عورت کہنے لگی۔ اپنے ہاتھ سے کھلایئے۔ حضور ﷺ نے ہاتھ بڑھانا چاہا تو کہنے لگی میں وہ کھانا چاہتی ہوں جو آپ کے منہ کے اندر ہے۔ رسول اللہ ﷺ نے وہی عطا فرمادیا جو آپ کے منہ کے اندر تھا۔

حدیث شریف میں ہے کہ اس عورت نے جونہی اسے کھایا، حیا کا غلبہ اس پر اس قدر رہا کہ رفث کا نام ونشان نہ رہا، یہاں تک کہ وہ اسی حالت میں خدا سے جاملی۔

صبر، صداقت، امانت، غمزدوں کی دلجوئی، عزیز واقارب کی عزت، رحمت، عبادت، تواضع، کرم، رعب، شجاعت اور وقار کوئی ایسی صفت نہیں جو اللہ تعالیٰ نے رسول اللہ ﷺ کو عطا نہ فرمائی ہو۔

منصب کی عظمت کی وجہ سے چونکہ امام اور مقتدی، امیر اور مامور کے درمیان فاصلے پڑ سکتے ہیں۔ رسول اللہ ﷺ اس نازک حقیقت کو سب سے زیادہ جاننے والے تھے۔ یہی وجہ ہے کہ آقا ﷺ جس وقت صحابہ کے درمیان بیٹھتے تو گھل مل جاتے۔ مجلس میں ہر طرح کی گفتگو ہوتی لیکن کوئی بات حق کے خلاف نہ ہونے پاتی۔ حضور ﷺ صحابہ کی دلجوئی اور دل لگی کے لئے مزاح بھی فرمالیتے۔ مثلاً حضرت انس رضی اللہ عنہ کو حضور ﷺ دو کانوں والا کہہ کر پکارتے، یا یوں کہ ایک بار کسی نے

حضور ﷺ سے سواری کے لئے اونٹ مانگا۔ آپ فرمانے لگے۔ ہم آپ کو اونٹنی کا بچہ دیں گے۔ سائل کہنے لگا یا رسول اللہ! میں بچے کا کیا کروں گا۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا "ہر اونٹ اونٹنی کا بچہ ہی تو ہوتا ہے۔

اس واقعہ سے بھی آپ اندازہ لگا سکتے ہیں کہ حضور ﷺ اپنے رفقاء کے ساتھ کس طرح زندگی بسر کیا کرتے تھے۔

حضرت انس رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ جنگل کے رہنے والے ایک شخص جن کا نام زاہر بن حرام تھا، حضور ﷺ کی خدمت میں جب حاضر ہوتے تو جنگل کے تحفے بصورت سبزی وغیرہ رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں پیش کرتے اور جب مدینہ سے ان کی واپسی ہوا کرتی تو حضور ﷺ شہری خورد ونوش کا سامان تحفۃً آپ کو دیتے۔ ایک دفعہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ زاہر ہمارا جنگل ہے اور ہم اس کا شہر ہیں۔

زاہر اگرچہ تھوڑے شکل میں اچھے نہیں تھے لیکن پھر بھی حضور ﷺ کا تعلق ان کے ساتھ خصوصی تھا۔ ایک مرتبہ کسی جگہ کھڑے وہ اپنا سامان فروخت کر رہے تھے کہ رسول اللہ ﷺ تشریف لائے اور پچھلی جانب سے ان کی کولی بھر لی، چونکہ زاہر حضور ﷺ کو دیکھ نہیں سکے تھے۔ کہنے لگے: ارے کون ہے مجھے چھوڑ دے لیکن کن اکھیوں سے جب رسول اللہ ﷺ کو پہچان لیا تو اپنی کمر کو حضور ﷺ کے سینہ اطہر سے ملنے لگے۔ رسول اللہ ﷺ اعلان فرمانے لگے " ہے کوئی اس غلام کو خریدنے والا"۔

زاہر نے کہا یا رسول اللہ! اگر آپ اس غلام کو فروخت کر دیں گے تو کھوٹا اور کم قیمت پائیں گے۔ رسول اللہ ﷺ فرمانے لگے" زاہر تو اللہ کے نزدیک کم قیمت اور کھوٹا نہیں ہے بلکہ بیش قیمت ہے"۔

رسول اللہ ﷺ کے حُسنِ اخلاق کے بارے میں حضرت زید بن ثابت رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں رسول اللہ ﷺ کا پڑوسی رہا آپ کی نرمی اور رافت کا یہ حال تھا کہ ہم طرح طرح کی باتیں حضور

اقدس ﷺ کے ساتھ کرلیا کرتے تھے۔

آپ ﷺ جب ساتھیوں کے ساتھ مجلس میں بیٹھتے تو گھل مل کر گفتگو فرماتے۔ بعض اوقات خوشی سے مسکرا بھی دیتے۔ مجلس کا ہر شریک یہی سمجھتا کہ حضور ﷺ کی محبت اسی کے ساتھ سب سے زیادہ ہے۔ آپ کے وہ ساتھی جو مجبوریوں کی بنا پر آپ کے پاس حاضر نہ ہو سکتے، ان کے لئے آپ دعا فرماتے۔ اگر کوئی متواتر تین دن تک نہ آتا تو پوچھتے فلاں شخص کیوں نہیں آیا۔

حضور ﷺ کو لوگوں کے دلوں کا بڑا خیال رہتا کہ کہیں وہ ٹوٹ نہ جائیں۔ ایک دفعہ ایک دیہاتی نے کچھ حضور ﷺ سے پوچھنا چاہا۔ صحابہ کرام رضوان اللہ اجمعین نے کسی مصلحت کی بنا پر اسے سوال کرنے سے روک دیا، جب حضور ﷺ کو پتہ چلا تو آپ فرمانے لگے اس شخص کو بلاؤ۔ مجھے قسم ہے اس ذات کی جس نے مجھے حق دے کر بھیجا، میں سائل کو اس وقت تک جانے نہیں دوں گا جب تک اس کے چہرے پر تبسم نہیں دیکھ لیتا۔

حضرت جابر ؓ فرماتے ہیں کہ میں نے کبھی نہیں دیکھا کہ حضور ﷺ سے کسی نے سوال کیا ہو اور آپ نے رد فرما دیا ہو۔

انسانی اخلاق میں بعض چیزیں محبت پیدا کرتی ہیں اور بعض نفرت، رسول اکرم ﷺ چونکہ محبتوں اور چاہتوں کے پیغمبر تھے، یہی وجہ ہے کہ آپ کی زندگی اور اخلاق کا ایک ایک پہلو محبت آفرین اور تعلق افزا نظر آتا ہے۔

انسان کی اجتماعی زندگی ہو یا انفرادی زندگی، اس کے حسن کے قیام و بقا کے لئے ہر وہ چیز یا عادت جس کی بطور نمونہ انسان کو ضرورت پڑ سکتی ہے، وہ حضور ﷺ کے اخلاق مطہرہ میں پائی جاتی ہے۔ باقی رہیں وہ باتیں جو انسانی زندگی کے لئے مضرت رساں ہیں، رسول اللہ ﷺ خود بھی ان سے بچتے رہے اور اپنے غلاموں کو بھی ان کے ارتکاب سے منع فرماتے رہے۔ جھوٹ، غیبت، چغلی، گالی گلوچ، سب و شتم، طعنہ وطنز، غصہ، تکبر، غرور، حسد، کینہ، بغض، عداوت نفسی یہ ساری ہی چیزیں موخر الذکر فہرست کے ساتھ تعلق رکھتی ہیں۔

یہ حضور ﷺ کی اخلاقی اور تعلیماتی عظمت ہی تھی کہ آج ایک جہاں آپ سے متاثر دکھائی دیتا ہے اور اس میں اپنوں ہی کی تخصیص نہیں بلکہ غیر مسلموں نے بھی اس حقیقت کا اعتراف کیا ہے۔

ڈاکٹر جانسن نے ایک دفعہ رسول اللہ ﷺ کے اخلاقی محاسن کے بارے میں کہا تھا کہ عیسائیت جب رات کی ملکہ تھی پیغمبر اسلام اپنی اعلیٰ شخصیت کے سائے میں دنیا بھر میں اپنے نظام کی روشنی پھیلا رہے تھے۔

ایک بار جب مسیحی اخبار "الوطن" نے یہ سوال اٹھایا کہ دنیا کا سب سے بڑا انسان کون ہے۔ اس کے جواب میں ایک عیسائی عالم کو یہ لکھنا پڑا تھا کہ دنیا کا سب سے بڑا انسان وہ ہے جس نے دس برس کے مختصر زمانے میں ایک نئے تمدن کی بنیاد رکھی۔

انسائیکلوپیڈیا آف امریکہ نے بھی کچھ اس طرح اس بات کا اعتراف کیا:

" His behaviour has been imitated by millions upon millions of men and women in different places and times who looked upon him as the perfect man".

"مختلف زمانوں اور دنیا کے مختلف علاقوں میں کروڑ ہا مردوں اور عورتوں نے انہیں انسان کامل مانا ہے اور ان کے اخلاق و کردار کی تقلید کی ہے"۔

باسورتھ اسمتھ نے اپنی کتاب سیرتِ محمد ﷺ میں آپ کو سراپائے نور و ضیاء قرار دیا۔

اندرا گاندھی نے میلاد النبی ﷺ کے ایک موقع پر اپنے پیغام میں کہا کہ رسول اللہ ﷺ ہی کی شخصیت اپنے اعلیٰ کردار اور شفاف اخلاق کی بنا پر انسانیت کی قیادت کے لائق ہے۔

کیا خوب فرمایا ایک بزرگ نے:

لِكُلِّ نَبِيٍّ فِي الْأَنَامِ فَضِيلَةٌ
وَجُمْلَتُهَا مَجْمُوعَةٌ لِمُحَمَّدٍ

☆☆☆☆☆

حُسنِ انسانیت اور محبت کا معیار ثالث

محبت کا تیسرا معیار جس کی وجہ سے کسی شخصیت میں دلکشی پیدا ہو جاتی ہے۔ وہ بقول محققین احسان اور سلوک ہے۔ احسان کا تعلق چونکہ ہر نیکی اور بھلائی کے ساتھ ہے، اس اعتبار سے اگر دقتِ نظر سے دیکھا جائے تو یہ اخلاق حسنہ ہی کی ایک قسم بنتی ہے لیکن عموم اور خصوص کے لحاظ سے انہیں الگ الگ بھی قرار دیا جاسکتا ہے۔

اخلاق کا دائرہ قدرے محدود ہے اور احسان کی حدود وسیع ہیں۔ حُسن اخلاق سے ایک ذات اور اس کا ماحول روشن ہو جاتا ہے جبکہ احسان کا تعلق اس بدر منیر سے ہے جس کی روشنی اور ضیاء کو دوام اور جاودانی حاصل ہوتی ہے۔ احسان چونکہ نتیجہ ہوتا ہے اچھے اخلاق کا، اس لحاظ سے احسان اور اخلاق کے تعلق کو یوں بیان کیا جاسکتا ہے کہ اخلاق اگر شمع ہے تو احسان اس کی روشن کرنیں ہیں۔

احسان اور اخلاق کو اگر بنظرِ غائر دیکھا جائے تو یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ اخلاق آدمیت اور انسانیت کے اوصاف اور تقاضے ہیں، جب کہ احسان دینی اور اسلامی زندگی کا مظہر ہو جانے کا نام ہے۔ ایک مسلمان میں اخلاق و احسان ہر دو کا وجود ہوتا ہے جبکہ غیر مسلم میں اخلاق کا حسن تو پایا جاسکتا ہے لیکن ضروری نہیں کہ اس کے اخلاق کو احسان کا درجہ بھی حاصل ہو۔

نبوت اور رسالت ان مناصب جلیلہ کا نام ہے، جن میں حسن و جمال کی زینت، اعلیٰ اخلاق اور شفاف کردار کی آرائش کے ساتھ ساتھ احسان کا بھرپور اہتمام کیا جاتا ہے، یا یوں کہیے کہ انبیاء و مرسلین کو انسانی احوال کی اصلاح کے پیش نظر سراپائے احسان بنا دیا جاتا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ آپ ہر نبی اور رسول کو مجسمۂ اخلاق و احسان پائیں گے، خصوصاً وہ ذات جنہیں "رحمۃ للعلمین" کے لقب سے نوازا گیا اور آپ کے نام کی نازش "سِرَاجًا مُّنِيْرًا" سے کی اور آپ

کے وجودِ سعید کو انسانوں کے لئے اپنی عظیم نعمت قرار دیا۔

لَقَدْ مَنَّ اللّٰهُ عَلَى الْمُؤْمِنِيْنَ اِذْ بَعَثَ فِيْهِمْ رَسُوْلًا مِّنْ اَنْفُسِهِمْ يَتْلُوْا عَلَيْهِمْ اٰيٰتِهٖ وَيُزَكِّيْهِمْ وَيُعَلِّمُهُمُ الْكِتٰبَ وَالْحِكْمَةَ ۚ وَاِنْ كَانُوْا مِنْ قَبْلُ لَفِيْ ضَلٰلٍ مُّبِيْنٍ (آل عمران: ۱۶۴)

”بے شک اللہ نے مومنوں پر احسان فرمایا کہ بڑی شان کے ساتھ اٹھایا ان ہی میں سے ایک رسول جو تلاوت کرتا ہے ان پر اس کی آیتیں اور ان کا تزکیہ کرتا ہے اور انہیں کتاب وحکمت کی تعلیم دیتا ہے اور بے شک وہ اس سے پہلے کھلی گمراہی میں مبتلا تھے“۔

انبیاء علیہم السلام اور رسول اللہ ﷺ کی تحاریک کو اگر دنیا کی تاریخ سے خارج کر دیا جائے تو اس جہانِ رنگ وبُو میں ”لَفِيْ ضَلٰلٍ مُّبِيْنٍ“ (کھلی گمراہی) ہی کا نقشہ ابھر کر سامنے آتا ہے۔ جہالت کے گھپ اندھیروں اور بدی کے تیرہ وتار ماحول سے انسانیت انبیاء ہی کے دم قدم سے نجات حاصل کرسکتی ہے اور علی الخصوص علم وحکمت کے خزینے، کتاب وعرفان کی دولت اور تعلیم وتزکیہ کے جواہر حضور ﷺ ہی کے دامانِ رحمت سے میسر آسکتے ہیں، جو کچھ بذاتِ خود انسانوں کے پاس ہے، اس کی حیثیت ”مَتَاعُ الدُّنْيَا قَلِيْلٌ“ سے زیادہ نہیں اور اس کے برعکس فخر الانبیاء علیہ الصلوٰۃ والسلام کے دامنِ فضل وکرم سے ”اِنَّآ اَعْطَيْنٰكَ الْكَوْثَرَ“ کی دولتِ لازوال موجود ہے۔ ایسے میں آپ ہی کی ذات اس بات کا استحقاق رکھتی ہے کہ محبت وتعلق اور عقیدت ومودت کا رشتہ آپ سے استوار کیا جائے۔

وہ شفقتیں جو حضور ﷺ کے قلب اطہر میں اس سعید بخت امت کے لئے موجود تھیں قرآنِ حکیم نے کس عظمت کے ساتھ ان کا اعتراف کیا ہے:

لَقَدْ جَآءَكُمْ رَسُوْلٌ مِّنْ اَنْفُسِكُمْ عَزِيْزٌ عَلَيْهِ مَا عَنِتُّمْ حَرِيْصٌ عَلَيْكُمْ بِالْمُؤْمِنِيْنَ رَءُوْفٌ رَّحِيْمٌ (التوبہ: ۱۲۸)

"بے شک تمہارے پاس تم ہی میں سے ایک عظیم رسول تشریف فرما ہوئے ہیں تمہارا مشقت میں پڑ جانا اُن پر بڑا گراں گزرتا ہے وہ تم میں سے ہر ایک کے خیر خواہ اور مومنوں پر تو نہایت مہربانیاں فرمانے والے اور رحمت فرمانے والے ہیں"۔

گمراہی اور بدکاری کی آدمیت سوز آگ سے نجات اور نیکی اور شرافت کا چمن آفرین اور راحت بخش ماحول نصیب ہونا بھی آپ ﷺ ہی کا رہین منت ہے۔

وَاِنَّكَ لَتَهۡدِىۡۤ اِلٰى صِرَاطٍ مُّسۡتَقِيۡمٍ (شوریٰ:۵۲)

"اور بے شک آپ کا کام ہی یہ ہے کہ آپ سیدھے راستے کی ہدایت دیتے ہیں"۔

دیتا وہ ہے دلاتے یہ ہیں:

وہ اشک بھری آنکھیں جو طلب و جستجو سے ہمیشہ آسمان کی طرف اٹھتی ہیں، وہ دامن جو خدائی خزانوں اور رحمتوں کو سمیٹنے کے لئے دراز رہتے ہیں اور وہ دل جو نورِ خدا سے اپنے اضطراب و پریشانی کو راحت و اطمینان سے بدلنے کے لئے اللہ اللہ کے وجد آور کلمات سے مداوا کے متلاشی ہوتے ہیں، ان کے کشکولانِ طلب اور کجکولانِ تمنا کو صرف اور صرف حضور ﷺ ہی بھرتے ہیں۔

آپ کا ارشاد گرامی ہے:

اِنَّمَا اَنَا قَاسِمٌ وَاللّٰهُ يُعْطِىْ (بخاری شریف)

"اللہ دینے والا ہے اور میں تقسیم کرنے والا ہوں"۔

ایک دفعہ ایک بدّو نے آپ سے سوال کیا کہ ان پہاڑوں کے درمیان جتنی بکریاں ہیں مجھے عنایت فرما دیں۔ حضور ﷺ نے حکم صادر فرمایا کہ بکریوں کے ریوڑ اس کے حوالے کر دیئے جائیں۔ بدّو نے جب آقائے کریم ﷺ کا یہ سلوک اور احسان دیکھا تو اپنے قبیلے میں جا کر اعلان کر دیا کہ اسلام قبول کر لو محمد ﷺ اتنا دیتے ہیں کہ انہیں اپنے افلاس کا ڈر ہی نہیں رہتا۔

(مسلم شریف)

حضرت صفوان ﷺ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ سے مجھے بغض تھا لیکن جب میں نے ان کی عطاؤں اور احسانات کو دیکھا تو ان سے بڑھ کر میری نظروں میں کوئی پیارا نہ رہا۔

حضرت علی المرتضیٰ ﷺ نے ایک روایت میں ارشاد فرمایا کہ رسالت مآب ﷺ "اَجْوَدُ النَّاس" تھے، یعنی سب سے بڑھ کر عطا کرنے والے تھے۔

حضور نبی کریم ﷺ کی انہی عطاؤں اور عنایات کو رب کریم نے قرآن حکیم میں فضل و کرم اور نعمت و انعام قرار دیا:

وَمَا نَقَمُوْٓا اِلَّآ اَنْ اَغْنٰىهُمُ اللّٰهُ وَرَسُوْلُهٗ مِنْ فَضْلِهٖ ۚ (التوبہ: ۷۴)

"اور نہ بری لگی انہیں مگر یہ چیز کہ اللہ اور اس کے رسول ﷺ نے انہیں اپنے فضل سے غنی کر دیا"۔

ایک دوسرے مقام پر اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا:

اَنْعَمَ اللّٰهُ عَلَيْهِ وَاَنْعَمْتَ عَلَيْهِ (الاحزاب: ۳۷)

"جس پر اللہ نے احسان کیا اور آپ نے بھی اس پر کرم فرمایا تھا"۔

اے ظہورِ تو-----

ایسا وقت جب کہ اقوامِ عالم کی رگوں میں سے تعمیری خون خشک ہو گیا تھا، انسانیت کی نبضِ شرافت ٹھنڈی پڑ رہی تھی، بھلائی کے چہرے پر حسرت و مایوسی کی زردی چھا چکی تھی، نیکی کی گردن کا منکا ٹوٹ چکا تھا، زمین اپنے بسنے والوں کے ہاتھوں "ظهر الفساد فی البر والبحر" (خشکی اور تری میں فساد ظاہر ہو گیا) کا نمونہ بنی ہوئی تھی، انسان جہنم کے بھڑکتے شعلوں کے کنارے کھڑے تھے کہ ربِّ ذوالجلال کے اذن سے حضور نبی کریم ﷺ نے انسانوں کو نویدِ فلاح سنائی اور ان کی نجات کا وسیلہ بنے:

وَكُنْتُمْ عَلٰى شَفَا حُفْرَةٍ مِّنَ النَّارِ فَاَنْقَذَكُمْ مِّنْهَا ؕ (آل عمران: ۱۰۳)

"اور تم تو آگ کے ایک گڑھے کے کنارے تھے تو اس نے تمہیں اس سے بچا لیا"۔

بہاروں کا نقیب:

رسالت مآب ﷺ سے پہلے زندگی گزارنے کا کوئی ڈھنگ اور دستور نہیں تھا۔ الہامی قوانین کی شکلیں تحریف کا شکار ہو چکی تھیں۔ حنفیت اپنی بہار کھو چکی تھی۔ نفسانیت، توہم پرستی، خواہشات گیری اور آبائی رسوم کی تقلید نے اس جہان کو "اندھیر نگر" بنا چھوڑا تھا تا آنکہ قانونی انارکی کی اس تیرہ شبی میں رسالت کی صداقت نے اذان انقلاب پڑھی اور رسول اللہ ﷺ نے نظامِ حیات کی ڈھیلی چولیں مضبوط کرنی شروع کیں اور بے ہنگم زندگی کو مربوط، منظم اور موزوں کرنے کے لئے ایک کامل قانون کا اعلان فرمایا اور ساتھ ہی یہ وضاحت بھی فرمادی کہ یہی وہ ضابطہ اور قانون ہے جس پر سارے تکمیلی مراحل گزر چکے ہیں اور فلاحِ انسانیت کے لئے اس سے بڑھ کر حسین کوئی اور پلیٹ فارم (Plat form) نہیں ہو سکتا۔

اَلْیَوْمَ اَکْمَلْتُ لَکُمْ دِیْنَکُمْ وَاَتْمَمْتُ عَلَیْکُمْ نِعْمَتِیْ وَرَضِیْتُ لَکُمُ الْاِسْلَامَ دِیْنًا ؕ (المائدہ:۳)

"آج کے دن میں نے تمہارے لیے تمہارا دین مکمل کر دیا ہے اور تم پر اپنی نعمتیں تمام کر دیں اور تمہارے لئے اسلام کو بحیثیت دین پسند کر لیا"۔

یہی وہ قانون ہے جس کی وساطت اور وسیلہ سے انسانوں کے گلے میں پڑے ہوئے رسم ورواج کے قلادے ٹوٹ سکتے ہیں۔ جہالت کے بوجھ سے پسی ہوئی انسانیت کی کمر سیدھی ہو سکتی ہے اور ظلم وسرکشی کی زنجیروں میں مقید اقدار اعلیٰ عروس حریت سے بغل گیر ہو سکتی ہیں۔

رسول اللہ ﷺ کے اس انقلابی پروگرام کی طرف قرآن حکیم نے اس طرح اشارہ کیا:

وَیَضَعُ عَنْھُمْ اِصْرَھُمْ وَالْاَغْلٰلَ الَّتِیْ کَانَتْ عَلَیْھِمْ ؕ (اعراف:۱۵۷)

"اور اُن کا بوجھ اُن سے اتاریں گے اور ان طوقوں کو جو ان پر بوجھ بنے ہیں"۔

دعویٰ بھی۔۔۔۔۔دلیل بھی:

آپ کی شفقت، رحمت اور کرم گستریوں سے بچوں سے لے کر بوڑھوں تک اور جوانوں

سے لے کر بزرگوں تک سبھی مستفید و مستفیر ہوئے۔ نظام غلاماں آپ ہی کی نظر عنایت سے موت کی سسکیاں لینے لگا۔ یتیم بچوں کے معصوم چہرے آپ ہی کے فیض نظر سے پُر رونق نظر آنے لگے۔ اتلاف حقوق کے طوفان آپ ہی کی آمد سے رُکے۔ ادائیگی فرائض کا شعور آپ ہی کی تحریک نے بخشا۔ قرآن نے جو کچھ کہا آپ ﷺ نے اسی کو عمل کے سانچوں میں ڈھالا۔ قرآن اگر دعویٰ تھا تو رسول اللہ ﷺ اس کی روشن دلیل تھے۔

حُسنِ نظام کی ایک مثال:

جہالت کے زمانہ میں عورتیں جس طرح ظلم و ستم، جبر و استبداد اور استیصال و بربریت کے ہاتھوں بری طرح پٹ رہی تھیں۔ تاریخ کے طالب علم کے لئے کوئی ڈھکی چھپی بات نہیں۔ عورت کو بدبختیوں کی علامت اور محرومیوں کا سرچشمہ تصور کیا جاتا تھا۔ یہ حضور ﷺ ہی تھے کہ آپ نے عملی طور پر اپنی قائم کردہ ریاست میں عورت کو حقوق کے لحاظ سے مرد کے دوش بدوش لا کھڑا کیا۔

عورت کے حقوق کے سلسلے میں ایک قرآنی دفعہ ملاحظہ ہو:

وَلَهُنَّ مِثْلُ الَّذِي عَلَيْهِنَّ بِالْمَعْرُوفِ (البقرہ:۲۲۸)

”اور عورتوں کے لئے وہی حق ہے جو مردوں کے لئے عورتوں پر حق ہے دستور کے مطابق“۔

اسی سلسلہ میں مردوں کو یہ واضح ہدایت فرمائی گئی:

وَعَاشِرُوهُنَّ بِالْمَعْرُوفِ (النساء:۱۹)

”اور ان کے ساتھ تم معاشرت اچھی رکھو“۔

حضور ﷺ کے اس بار احسان کے سامنے صنفِ نازک کی گردنیں تا ابد جھکی رہیں گی اور جب بھی یہ قوم سلب حقوق کے طوفانوں میں پھنسے گی رسول اللہ ﷺ کا نظام ہی اس کا نجات دہندہ ثابت ہوگا۔

رسول مکرم ﷺ کا عام رویہ:

نبی کریم ﷺ کے عام لوگوں کے ساتھ سلوک کو قرآن کریم نے ان الفاظ میں بیان فرمایا ہے:

فَبِمَا رَحْمَةٍ مِّنَ اللّٰهِ لِنْتَ لَهُمْ ۚ وَلَوْ كُنْتَ فَظًّا غَلِيْظَ الْقَلْبِ لَانْفَضُّوْا مِنْ حَوْلِكَ ۖ فَاعْفُ عَنْهُمْ وَاسْتَغْفِرْ لَهُمْ (آل عمران:۱۵۹)

”تو یہ کیسی اللہ کی رحمت ہے کہ آپ ان کے لیے نرم ہوئے ہیں اور اگر آپ کی طبیعت اور دل میں سختی ہوتی تو وہ ضرور آپ کے ماحول سے منتشر ہو جاتے سو آپ انہیں معاف فرما دیں اور ان کے لیے طلب مغفرت فرمائیں“۔

ایک دو مقامات پر جب آپ نے مصلحت کی خاطر چند صحابہ کو اپنے آپ سے دور رکھنے کا ارادہ فرمایا تو رب ذوالجلال نے آپ کے دامنِ رحمت وعفو کو یہ کہہ کر محفوظ بنا دیا:

وَلَا تَطْرُدِ الَّذِيْنَ يَدْعُوْنَ رَبَّهُمْ بِالْغَدٰوةِ وَالْعَشِيِّ (الانعام:۵۲)

”اور ان لوگوں کو دور نہ رکھیے جو صبح اور شام اپنے رب کو اسی کی رضا چاہتے ہوئے پکارتے ہیں“۔

حضور ﷺ کی رسالت اور نبوت کا دائرہ چونکہ ”عالمین“ کو گھیرے میں لئے ہوئے ہے اور اس پر آیت ”وَمَا اَرْسَلْنٰكَ اِلَّا رَحْمَةً لِّلْعٰلَمِيْنَ“ اور ”قُلْ اِنِّيْ رَسُوْلُ اللّٰهِ اِلَيْكُمْ جَمِيْعًا“ نصوص صریحہ موجود ہیں، یہی وجہ ہے کہ آپ کی رحمت نوازیوں اور کرم گستریوں سے انسانوں کے ساتھ ساتھ حیوانات بلکہ جمادات ونباتات بھی فیضان حاصل کرتے رہے۔

اسطن حنانہ کا مشہور واقعہ، چلتے پھرتے حضور ﷺ کو پتھروں کا سلام کرنا اور حیوانات کے حقوق کا تعین، مذکورہ الصدر دعویٰ کی تین دلیلیں ہیں۔

ایک مشہور واقعہ ہے کہ ایک مرتبہ ایک اونٹ آپ کو دیکھ کر بلبلایا تو آپ اس کے پاس تشریف لے گئے اور استفسار فرمایا کہ ”یہ کس کا اونٹ ہے؟“ ایک انصاری نے کہا یا رسول اللہ ﷺ میرا ہے تو آپ نے ارشاد فرمایا کہ یہ اونٹ مجھ سے شکایت کر رہا ہے کہ تم نے اسے بھوکا رکھا۔ اس کے معاملے میں اس خدا سے ڈرو جس نے تمہیں اس کا مالک بنایا۔

”جانوروں کے ساتھ ساتھ حضور ﷺ نے نباتات کے حقوق یوں بیان فرمائے:

"جو شخص درخت اگاتا ہے یا کھیتی باڑی کرتا ہے تو یہ صدقہ ہے"۔

ایک حدیث شریف کے مفہوم کے مطابق آپ نے ارشاد فرمایا کہ:

"ہر جانور سے وہی کام لیا جائے جس کے لئے وہ پیدا کیا گیا ہے"۔

مخالفین سے آپ ﷺ کا سلوک:

آقائے کریم ﷺ نے جس وقت اعلان رسالت فرمایا تو بجائے اس کے کہ عرب آپ کی دعوت کے سامنے سر تسلیم خم کرتے، الٹا آپ کی تحریک کے خلاف برسرِ پیکار ہو گئے۔ تعمیرِ ملت کے فلاحی علم کو سرنگوں کرنے کے لئے ان کی پوری مساعی بروئے کار لائی جانے لگی۔ اس راہ میں حضور ﷺ کو شاعر و مجنون کہا گیا، آپ ﷺ کی تضحیک کی گئی، طعن و تشنیع کا نشانہ بنایا گیا، آپ ﷺ پر آوازیں کسے گئے، آپ ﷺ سے تشدد اور درندگی کا سلوک روا رکھا گیا، اس کے برعکس حضور ﷺ ایک شفیق حکیم اور مشفق طبیب کی حیثیت سے ان کے جہالت کے مرض کا علاج کرتے رہے اور ان کی ہدایت کے لئے دعا فرماتے رہے۔

آپ کے اس رویہ کو قرآن حکیم نے چند مقامات پر اس طرح بیان فرمایا:

(۱) لَعَلَّكَ بَاخِعٌ نَّفْسَكَ اَلَّا يَكُوْنُوْا مُؤْمِنِيْنَ (الشعرا:۳)

"شائد آپ اپنے آپ کو جان ہی سے ختم کرلیں گے اس لیے کہ یہ لوگ ایمان نہیں لا رہے"۔

(۲) فَلَعَلَّكَ بَاخِعٌ نَّفْسَكَ عَلٰٓى اٰثَارِهِمْ اِنْ لَّمْ يُؤْمِنُوْا بِهٰذَا الْحَدِيْثِ اَسَفًا

"(تو محبوب) کیا آپ ان کے پیچھے اپنی جان ہی ضائع کردیں گے صدمے کھا کر کہ وہ اس کلام پر ایمان نہیں لا رہے"۔ (الکہف:۶)

(۳) فَلَا تَذْهَبْ نَفْسُكَ عَلَيْهِمْ حَسَرٰتٍ ؕ اِنَّ اللّٰهَ عَلِيْمٌۢ بِمَا يَصْنَعُوْنَ

"سو آپ ان کے بارے میں خیر کی تمناؤں میں اپنی جان ہی نہ چھڑک دیں بے شک اللہ خوب جاننے والا ہے جو کرتوت وہ بنا رہے ہیں"۔ (فاطر:۸)

انسانی سیادت کا خدائی اہتمام:

علامہ بدرالدین عینی کی تحقیق کے مطابق محبت کی یہی وجوہ ہیں جن سے جذبہ حُبّ وعشق گھٹتا یا بڑھتا ہے۔ حُسن وجمال، اخلاق وکردار اور احسان وسلوک کا وقوع اگر کثرت کے ساتھ ہو گا تو قلوب کے لئے کشش بھی زیادہ ہوگی اور کسی موقع پر اگر ان میں سے کسی ایک میں بھی کمی واقع ہو جائے تو محبت کے جذبات ٹھنڈے پڑنے لگ جائیں گے۔

انسان چونکہ اپنے وجود کے اندر متضاد اور متصادم قوتیں رکھتا ہے جن کا توازن اور تناسب اگر قائم رہے تو حیات تکمیلی مراحل طے کرتی رہتی ہے، لیکن جسم کی یہ متناقص قوتیں اگر کسی مرحلہ پر اپنا توازن کھودیں تو انسان کی ظاہری زندگی سے باطنی زندگی تک فساد کا دائرہ پھیل جاتا ہے۔ عقل وجذبات کا بھی کچھ یہی حال ہے۔ ان کے اندر بھی اگر مناسب توازن نہ رہے تو انسان کے فیصلے غلط اور اس کی سوچ کے دھارے خطرناک ثابت ہو سکتے ہیں۔

جذبات چونکہ بنیادی طور پر احساسات ہی کا نتیجہ ہوتے ہیں اور احساس کے مصادر حواس خمسہ، وجدان، قوت متخیلہ، قوتِ متصرفہ، قوت وہمیہ اور عقل وغیرہ ہیں جو حُسن کی ملاحت، اخلاق کی عظمت اور احسان کی درستگی پرکھنے میں اغلاط کا شکار ہو سکتے ہیں اور علم کے ان بنیادی راستوں سے منسلک جذبات بھی اپنی سمت غلط متعین کر سکتے ہیں۔ ایسے حالات میں انسان کی صحیح رہنمائی اور درست رہبری وہی ذات کر سکتی ہے جس کے دست قدرت میں تخلیق، تسویہ، تقدیر اور ہدایت کی چابیاں ہوں اور ظاہر ہے کہ وہ خدا ہی کی ذات ہے۔

الَّذِیْ خَلَقَ فَسَوّٰی ۝۲ وَالَّذِیْ قَدَّرَ فَهَدٰی

”جس نے پیدا کیا پھر درست فرمایا اور جس نے ایک ایک چیز کو اندازہ پر رکھ کر پھر رہنمائی فرمائی“۔

ایک دوسرے مقام پر اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا:

رَبُّنَا الَّذِیْٓ اَعْطٰی کُلَّ شَیْءٍ خَلْقَهٗ ثُمَّ هَدٰی (طٰہٰ:۵۰)

"ہمارا رب وہ ہے جس نے ہر چیز کو وجود عطا فرمایا پھر ہدایت کا بندوبست کیا"۔

حاصلِ مدّعا:

انسان اگر جہالت کی تاریکیوں میں ڈوب جائے۔ اس کا سفینۂ عقل بے فکری کے بحرِ ظلمات میں ہچکولے کھانے لگ جائے۔ حواس خمسہ اور وجدان وعقل کو موزوں زندگی استوار کرنے کا سلیقہ نہ رہے، تو خداوند قدوس ان سب کی رہنمائی کے لئے اپنے رسول بھیجتا ہے جو انسانوں کی مضمر صلاحیتوں سے اصلاح وتعمیر اور بروا حسان کے وہ چراغ روشن کرتے ہیں جن سے جہالت کی گمبھیر سیاہیوں میں ڈوبا ہوا ماحول، علم وحکمت کے اجالوں سے بدل جاتا ہے۔

وَلَقَدْ بَعَثْنَا فِیْ کُلِّ اُمَّةٍ رَّسُوْلًا اَنِ اعْبُدُوا اللّٰهَ وَاجْتَنِبُوا الطَّاغُوْتَ

"اور ہم نے ہر اُمت میں ایک رسول بھیجا کہ وہ دعوت دے کہ عبادت کرو اللہ کی اور سرکش شیطان سے دور رہو"۔ (النحل:۳۶)

ایک دوسری جگہ ارشاد فرمایا:

وَاِنْ مِّنْ اُمَّةٍ اِلَّا خَلَا فِیْهَا نَذِیْرٌ (فاطر:۲۴)

"اور کوئی قوم ایسی نہیں جس میں کوئی نذیر نہ گزرا ہو"۔

اسی حقیقت کی طرف قرآنِ حکیم نے ایک اور مقام پر یوں اشارہ فرمایا:

وَلِکُلِّ اُمَّةٍ رَّسُوْلٌ (یونس:۴۷)

"ہر اُمت کے لئے ایک رسول ہے"۔

انبیاء کرام اور محبت کا استحقاق:

انبیائے کرام کے رہنما اور ہادی ہونے کا مطلب یہ ہے کہ وہ خدا کی عطا کردہ وحی کی روشنی میں جذبات واحساسات اور وجدان وعقل کی صحیح سمت متعین کرتے ہیں۔ جہاں ہدایت کے

بنیادی وسائل ناکام ہو جائیں وہاں نبوت اور رسالت وحی الٰہی کے نور سے سیادت انسانیت کے فریضہ کو سرانجام دیتی ہے۔ دوسرے الفاظ میں انبیاء کی رہنمائی کے بغیر تنہا عقل کے فیصلے اندھے کی لاٹھی کی مثل ہوتے ہیں۔

اس بات کے ثابت ہو جانے کے بعد کہ سوچ و فکر کا صحیح رخ انبیاء ہی متعین کرتے ہیں۔ منطقی طور پر یہ نتیجہ اخذ کر لینا بعید از عقل نہیں رہتا کہ یہی وہ ذوات ہیں جنہیں انسانیت کا محسن ہونے کا شرف حاصل ہے اور اس بناء پر بھی اس لائق ہیں کہ محبت اور عشق کا تعلق ان سے رکھا جائے۔

محبت کا سب سے بڑا حق:

ایک طویل بحث کے بعد یہ بات بھی روز روشن کی طرح اظہر من الشمس ہو گئی کہ آج انسانیت کے پاس جو اخلاق و احسان کا چمنستان ہرا بھرا دکھائی دیتا ہے، درحقیقت یہ حضور ﷺ ہی کی تگ و تاز اور کاوش و سعی کا ماحصل ہے۔ آپ ﷺ جہاں سلسلہ رشد و ہدایت کی آخری کڑی ہیں، وہاں آپ ﷺ کو یہ شرف بھی حاصل ہے کہ آپ افضل الانبیاء یعنی سب نبیوں سے افضل ہیں۔ اگر انبیائے کرام اپنے شرف و فضل اور احسان اور سلوک کے ناتے سے محبت کے لائق ہیں تو پھر حضور ﷺ جو سب انبیاء کے سردار، امام اور فخر ہیں، سب سے زیادہ حق رکھتے ہیں کہ آپ کے ساتھ دل و جان سے محبت کی جائے، وگرنہ بصورت دیگر تکمیل ایمان کا کوئی قرینہ نظر نہیں آتا۔

لا یومن احد کم حتی اکون احب الیہ من والدہ و ولدہ والناس اجمعین

"تم میں سے ہرگز کوئی مومن نہیں ہو سکتا جب تک کہ میں اُسے والدین، اولاد اور سب لوگوں سے زیادہ محبوب نہ ہو جاؤں"۔

ایک ضمنی بحث:

سطور ماسبق میں رسول اللہ ﷺ کی فضیلت کا جو ذکر کیا گیا ہے۔ یہ صرف حُسنِ عقیدت نہیں بلکہ حقیقت ہے۔ حضور ﷺ کے افضل الانبیاء ہونے سے تفریق بین الانبیاء لازم نہیں آتی،

بلکہ یہ ایسے ہی ہے جیسے ایک شاخ پر دو چار پھول کھلے ہوں تو آپ دیکھیں گے کہ حسن و جمال، لطافت ونزہت اور رنگینی و رعنائی میں ہر ایک دوسرے سے اگرچہ مختلف ہوتے ہیں لیکن ان کے پھول ہونے میں کوئی اختلاف نہیں ہوتا۔ ان میں سے اگر کسی ایک کو دوسرے پر ترجیح دی جائے تو دوسرے پھولوں کی حیثیت مجروح نہیں ہوتی اور نہ ہی اس کے حسن میں کوئی کمی واقع ہوتی ہے۔

بلا تمثیل ہم انبیاء کے درمیان نبوت اور رسالت کے مناصب کے لحاظ سے فرق نہیں کرتے بلکہ مقام، رتبہ اور درجہ کے لحاظ سے بعض کو بعض سے افضل مانتے ہیں اور اس حقیقت کی طرف قرآن حکیم نے بھی اشارہ فرمایا ہے:

تِلْكَ الرُّسُلُ فَضَّلْنَا بَعْضَهُمْ عَلٰى بَعْضٍ ۘ مِنْهُمْ مَّنْ كَلَّمَ اللّٰهُ وَرَفَعَ بَعْضَهُمْ دَرَجٰتٍ ؕ (البقرہ:۲۵۳)

"یہ سارے رسول ہیں فضیلت دی ہے ہم نے ان میں سے بعض کو بعض پر، ان میں وہ بھی ہیں کہ اللہ نے اُن سے کلام فرمایا اور کوئی وہ بھی ہیں کہ انہیں درجوں کے درجے بلندی بخشی"۔

اس آیت میں "رفع بعضهم درجت" کے تحت مفسرین نے فضیلت رسالت مآب ﷺ کا ذکر کیا ہے۔ صاحب کشاف کا ایک قول نقل کر کے اس بحث کو سمیٹا جاتا ہے:

ومنهم من رفعه على سائر الانبياء فكان بعد فى الفضل افضل منهم بدرجات كثيرة والظاهر هو انه اراد محمدًا صلى الله عليه وآله وسلم هو المفضل عليهم حيث اولىٰ مالم يوته احد من الايات۔ (الخ)

"انبیاء میں درجات کے لحاظ سے بعض کو سب پر فضیلت دی۔ ظاہر ہے اس سے مراد حضرت محمد ﷺ ہیں اس لئے کہ انہیں ہزار سے بھی زیادہ معجزے عطا کئے گئے اور یہ فضیلت کسی اور کو حاصل نہیں ہوئی"۔

حُسنِ یوسف، دمِ عیسیٰ، ید بیضا داری
آنچہ خوباں ہمہ دارند تو تنہا داری

عصمت اور استحقاقِ محبت:

محبت اور عشق کی ایک چوتھی وجہ کسی شخصیت کا معصوم ہونا بھی ہوسکتا ہے۔ وہ لوگ جن کے دامن کوتاہیوں سے پاک ہوں، لوگوں کے دل ان کی طرف زیادہ کھنچتے ہیں۔ اس لحاظ سے سوائے انبیاء کے دنیا کے کسی اور مصلح (Reformer) کو معصوم عن الخطاء (Perfect) نہیں قرار دیا جاسکتا۔ اس لئے انبیاء ہی محبت وعشق کے صحیح حقدار ہیں۔

عصمت انبیاء کی حقیقت:

وہ مبارک تقدیر ساز اور حیات آفرین جماعت جس کے ارکان انبیاء مرسلین ہوتے ہیں جمہور امت کے عقیدہ کے مطابق ان کا معصوم اور غلطیوں سے پاک ہونا مسلمہ ہے۔

امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

الانبیاء معصومون عن الخطایا۔ (فقہ اکبر)

”نبی خطاؤں سے معصوم ہوتے ہیں“۔

فقہ اکبر کے ایک دوسرے نسخے میں یہی عبارت یوں نقل کی گئی ہے:

الانبیاء منزھون عن الصغائر والکبائر

”انبیاء چھوٹے بڑے سبھی گناہوں سے پاک ہوتے ہیں“۔

علامہ تفتازانی شرح عقائد نسفی میں فرماتے ہیں:

ھم معصومون عن الکفر قبل الوحی وبعدہٗ بالاجماع وکذا عن تعمد الکبائر عند الجمھور۔

”انبیاء وحی سے پہلے بھی اور بعد بھی اجماعاً کفر سے معصوم اور ارتکاب کبائر سے جمہور کے نزدیک محفوظ ہوتے ہیں“۔

جہاں تک صغائر کا تعلق ہے تو اکثر علماء کے نزدیک انبیاء ومرسلین صغائر سے بھی پاک ہوتے ہیں اور یہی بات اولیٰ اور قرینِ انصاف ہے۔

شبلی نعمانی نے "عقائد" میں لکھا ہے:

"کوئی شخص اس وقت تک مسلمان نہیں ہو سکتا جب تک وہ دنیا کے تمام پیغمبروں کی یکساں صداقت، حقانیت، راستبازی اور معصومیت کا اقرار نہ کرلے"۔

اسلام نے دنیا کے تمام پیغمبروں اور رسولوں کی عظمت کی ایک ہی سطح قائم کی ہے۔ اس کے نزدیک گناہوں کی پاکی اور عصمت تمام رسولوں اور نبیوں کا مشترکہ وصف ہے کیونکہ گناہگار، گناہگاروں کی رہنمائی اور اندھا، اندھے کو راہ نہیں دکھا سکتا۔

عصمت انبیاء کا اقرار اگرچہ مسلمانوں کے تمام طبقاتِ فکر میں کیا گیا ہے تاہم حشویہ وغیرہا فرقہ نے انبیاء کے معصوم ہونے سے انکار کیا ہے اور ہمارے زمانے کے بعض لوگوں کے اسلوب سے بھی یہی اندازہ ہوتا ہے کہ وہ عصمت نبوت کے منکر ہیں اور اگر ایسے نہیں تو کم از کم اندازِ نگارش قابلِ تحسین نہیں۔ نمونہ کے لئے ایک اقتباس پیش خدمت ہے:

"رسول ایک انسان ہے اور خدائی (Divinity) میں اس کا ذرّہ برابر بھی کوئی حصہ نہیں۔ وہ نہ فوق البشر ہے اور نہ بشری کمزریوں سے بالاتر ہے"۔

(مودودی بحوالہ ترجمان القرآن۔ اپریل ۱۹۷۶ء)

انبیاء معصوم کیسے اور کیونکر ہوتے ہیں اس سلسلہ میں حضرت شاہ ولی اللہ کی شہرہ آفاق کتاب "حجۃ اللہ البالغہ" سے ایک بحث ملاحظہ ہو:

كونه ما مونا عن الخطاء في نفسه انما يكون يخلق الله علما ضرور يا فيه بان جميع ما ادرك وعلم مطابقا للواقع بمنزلة ما يقع للمبصر عند الابصار فانه اذا بصر شيئا لا يحتمل عنده ان تكون عينيه وان يكون الا بصار على خلاف الواقع وبمنزلة العلم بالموضوعات اللغوية الخ (حجة الله البالغة باب الى هذة السبيل)

"پیغمبروں کا غلطیوں سے پاک ہونا، خدا کے عطا کردہ علم ضروری اور یقین سے

ہوتا ہے اور یہی وجہ ہے کہ نبی خدا سے پائی جانے والی چیز کے بارے میں سمجھتا ہے کہ وہ حقیقت کے عین مطابق ہے۔ اسے یقین ہوتا ہے کہ وہ حقائق کا مشاہدہ اپنی آنکھوں سے کر رہا ہے یا اس کی مثال اس ماہر زبان کی سی ہوتی ہے کہ وہ الفاظ اور کلمات کے متعین معانی خوب سمجھتا ہے جیسے ایک عرب خوب جانتا ہے کہ "مَـاءِ" پانی کے لئے ہے اور "ارض" سے مراد زمین ہے اور یہ جانتے ہوئے اگرچہ اس کے پاس کوئی دلیل نہیں ہوتی اور نہ ہی لفظ و معنیٰ میں کوئی عقلی لزوم ہوتا ہے، بلکہ نبی کو فطری ملکہ کے سبب سے علم وجدانی حاصل ہوتا ہے جس کی روشنی میں وہ وجدانی تجربات کا مشاہدہ اکثر کرتا ہے"۔

حضورﷺ کے وصفِ معصومیت کو مسلم مفکرین کے ساتھ ساتھ غیر مسلم مفکرین نے بھی تسلیم کیا ہے۔ تاریخ عرب (A History of Arab) کا مصنف ایک جگہ لکھتا ہے۔

"دنیا میں جس قدر عزت و تکریم اس معصوم انسان (نبی) کی کی گئی، اس قدر عزت و اتباع کا شرف کسی اور کو حاصل نہ ہوا۔"

عشقِ رسولﷺ کا ایک اہم تقاضا:

عقلاً و نقلاً ہر دو لحاظ سے جو یہ ثابت ہوا ہے کہ حضورﷺ ہی کی ذاتِ اقدس محبت اور عشق کے لائق حقیقی ہے تو اب دیکھنا یہ ہے کہ وہ جذباتی لگاؤ اور تعلق جو قرآن مسلمانوں کے سینوں میں رحمتِ عالمﷺ کے لئے پیدا کرنا چاہتا ہے، اس کی علامتیں، مطالبے اور تقاضے کیا کیا ہیں۔

محبت اور عشق کا مطلوب اول اور مقصود ترجیحی اعزاز و اکرام اور توقیر و احترام ہے۔ اطاعت جو محبت اور لگاؤ کا ایک لازمی نتیجہ ہے وہ بھی عز و احترام اور تعظیم و تکریم کے بغیر پھسپھسا اور سرسری ہوتا ہے، یہی وجہ ہے کہ قرآن کریم نے ایمان کے بعد اعمال صالحہ کے ساتھ ساتھ جس چیز کو سب سے زیادہ اہمیت دی وہ اکرام و تکریم اور عزت و تعظیم ہے۔

إِنَّا أَرْسَلْنَاكَ شَاهِدًا وَمُبَشِّرًا وَنَذِيرًا ۝٨ لِتُؤْمِنُوا بِاللَّهِ وَرَسُولِهِ

وَتُعَزِّرُوْهُ وَتُوَقِّرُوْهُ ط (الفتح:۸،۹)

"بے شک ہم نے آپ کو قریب سے دیکھنے والا اور سود مند چیزوں سے آگاہ کرنے والا اور مہلک چیزوں سے باخبر رکھنے والا بنا کر بھیجا تاکہ تم سب لوگ اللہ اور اس کے رسول پر ایمان لاؤ اور رسول کی تعظیم بجالاؤ اور ان کا احترام کرو"۔

سورہ اعراف میں ایک مقام پر اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا:

فَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا بِهٖ وَعَزَّرُوْهُ وَنَصَرُوْهُ وَاتَّبَعُوا النُّوْرَ الَّذِيْٓ اُنْزِلَ مَعَهٗٓ ۙ اُولٰٓئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُوْنَ (اعراف:۱۵۷)

"سو جوان پر ایمان لایا اور اُن کی خوب تعظیم کی اور اُن کی مدد کی اور اس نور کی پیروی کی جو ان کے ساتھ نازل ہوا تو وہی لوگ فلاح پانے والے ہیں"۔

ان قرآنی تصریحات کے مطابق رسول اللہ ﷺ کی تعظیم وتکریم لازم ٹھہری البتہ ایسی تعظیم جس سے عقیدہ توحید مجروح ہوتا ہو، صحیح نہیں۔ اس کی مثال انبیاء کو خدا کی اولاد ٹھہرانا یا سجدہ تعظیمی وغیرہ ہے۔

اللہ تعالیٰ نے ہر اس بات کا انسان کو حکم دیا جس سے حضور ﷺ کی عزت کا تحفظ متعلق ہو اور ہر اس بات سے منع کیا جس سے نبی محتشم علیہ الصلوۃ والسلام کی شان میں بے ادبی اور گستاخی کا احتمال ہو۔

ارشاد باری ہے:

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تَقُوْلُوْا رَاعِنَا وَقُوْلُوا انْظُرْنَا وَاسْمَعُوْا ط وَلِلْكٰفِرِيْنَ عَذَابٌ اَلِيْمٌ (البقرہ:۱۰۴)

"اے ایمان والو! حضور ﷺ سے "راعنا" مت کہو بلکہ "انظرنا" کہا کرو اور سنتے رہا کرو۔ کافروں کے لئے تو دردناک عذاب ہے"۔

اسلام کے مخالفین جب حضور ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوتے تو آپ سے مخاطب ہونے

کے وقت "راعنا" کا ذو معنی لفظ استعمال کرتے، اس کا ظاہری معنی تو یہی تھا کہ ذرا ہماری رعایت کیجیے، لیکن بدتمیز معاندین بغض باطنی کی وجہ سے "راعنا" کو رعونت کے مادہ میں یا پھر "راعینا" کر کے استعمال کرتے جس کا معنی (اے ہمارے چرواہے) ہوتا ہے۔ یہ بات اللہ تعالیٰ کو پسند نہ آئی۔ اسی وجہ سے اہلِ ایمان کو بھی یہ حکم دے دیا گیا وہ "راعنا" کا کلمہ استعمال نہ کریں بلکہ "انظرنا" کہیں تاکہ مخالفین رسول اللہ علیہ الصلوٰۃ والسلام کنایۃً بھی حضور ﷺ کی گستاخی نہ کر سکیں۔

اس آیت کے تحت مفسرین کرام نے لکھا کہ حضور ﷺ کے لئے ہر اس لفظ کا استعمال ناجائز ہے جس سے آپ کی شان میں گستاخی کا احتمال ہو یا آپ کی عظمت میں کمی دکھائی دیتی ہو۔

علامہ قرطبی نے اسی حقیقت کا اظہار "احکام القرآن" میں یوں فرمایا:

فی هذه الأية دليلان، احدهما على تجنب الالفاظ المحتملة فيها للتنقيص ومن هذه بالتعريض وذالك يوجب الحد عندنا۔ (الجامع الاحکام القرآن، الجزالثانی ص ۵۷)

ادب گاہیست زیر آسماں از عرش نازک تر
نفس گم کردہ می آید جنید و بایزید ایں جا

☆☆☆☆☆

اکرام رسول اللہ ﷺ کے دوسرے قرآنی مناظر

(۱)

اچھی مجالس کی قدر سنجیدگی اور متانت سے ہوتی ہے۔ باوقار محفلیں یاوہ گوئی اور ہرزہ سرائی سے اجتناب کرتی ہیں۔ شخصیات کا حسن وقبح ان کی بات چیت کے انداز سے معلوم کیا جاتا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ حضور ﷺ نے شخصی اور اجتماعی حسن کا نکھار قائم رکھنے کے لئے ہر اس بات کا حکم دیا جس سے تزئین کردار ہوسکتی ہے اور ہر اس چیز سے منع فرمایا جس سے فرد یا معاشرہ سے متعلق کسی یونٹ (Unit) کے صوری یا معنوی حسن میں فرق پڑ سکتا ہو۔ آہستہ گفتگو کرنا، چال میں اعتدال رکھنا، مجلس میں جہاں جگہ ملے وہیں بیٹھ جانا، چھوٹوں پر شفقت اور بڑوں کا احترام ملحوظ رکھنا، کھانا کھڑے ہوکر نہ کھانا، راستے میں پیشاب وغیرہ سے اجتناب کرنا اسی سلسلہ کی مختلف کڑیاں ہیں۔

آدابِ زندگی ملحوظِ خاطر وعمل نہ رکھنے سے جہاں انسان کی اپنی شخصیت خراب ہوتی ہے، وہاں بعض اوقات سفرِ زیست میں شرکاء کی بے ادبی اور گستاخی کا احتمال بھی پیدا ہو جاتا ہے، اس نوعیت کی بے باکیاں عام طور پر تو قابل مذمت ہوتی ہی ہیں لیکن ان کا ارتکاب اگر انبیاء ومرسلین کے حضور کیا جائے تو خسران ایمان کا سبب بن جاتی ہیں۔

حضور ﷺ جن کی محبت وادب ہی ایمان ہے اللہ تعالیٰ نے آپ کی مجلس کے آداب میں یہ بات بھی شامل رکھی کہ آپ کے سامنے نہ تو فضول گوئی کی جائے اور نہ ہی آپ سے ایسے سوال پوچھے جائیں جن سے آپ کبیدہ خاطر ہوں اور نتیجہ امت کے لئے ان سوالوں کے جواب وہ بوجھ بن جائیں جن کا سہارنا مشکل ہو۔

ارشادِ ربِ ذوالجلال ہے:

یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا لَا تَسْــٴَـلُوْا عَنْ اَشْیَآءَ اِنْ تُبْدَ لَكُمْ تَسُؤْكُمْۚ وَ اِنْ تَسْــٴَـلُوْا عَنْهَا حِیْنَ یُنَزَّلُ الْقُرْاٰنُ تُبْدَ لَكُمْؕ عَفَا اللّٰهُ عَنْهَاؕ وَ اللّٰهُ غَفُوْرٌ حَلِیْمٌ

"اے لوگو! جو ایمان لائے ہو پوچھ گچھ نہ کیا کرو ایسی چیزوں سے متعلق جو تمہارے لیے ظاہر ہو جائیں تو تمہیں بری لگیں اور اگر تم نے ان سے متعلق سوال کیا جب قرآن نازل ہو رہا ہو تو تمہارے لیے وہ چیزیں ظاہر کردی جائیں گی ان سے متعلق اللہ نے معاف فرمادیا ہے اور اللہ غفور اور مہربان ہے"۔ (المائدہ:۱۰۱)

نص اور سیاق کے اعتبار سے اگرچہ قرآن مجید کی اس آیت کا مطلب وسعتِ بے پایاں رکھتا ہے، لیکن ظاہر اور نزول کے اعتبار سے اس کا مطلب یہی ہے کہ بعض لوگ رسول کریم ﷺ سے ایسے عجیب وغریب سوال پوچھتے کہ جن میں نہ دنیوی فائدہ ہوتا اور نہ ہی دینی۔ اس سے نبی کریم ﷺ کے مزاجِ اقدس پر انقباض پیدا ہوتا۔ اللہ تعالیٰ نے اسی وجہ سے لوگوں کو اس روش سے منع فرمادیا کہ وہ دربارِ حضور ﷺ میں بے موقع اور بے مقصد سوال کریں۔

ایمان افروز واقعہ:

مذکورہ آیت ہی کے شانِ نزول میں مفسرین نے لکھا کہ لوگ حضور ﷺ سے بے فائدہ سوال کیا کرتے تھے۔ ایک دن رسول اللہ ﷺ رنجیدہ خاطر ہوئے اور ارشاد فرمانے لگے جو پوچھنا ہو پوچھ لو۔ اس پر ایک شخص نے اپنے انجام کے بارے میں استفسار کیا تو رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا "جہنم" ایک شخص نے سوال کیا "میرا باپ کون ہے؟" تو آپ نے فرمایا "صداقہ"۔ جب کہ آپ کی ماں صداقہ کی بیوی نہیں تھی۔ اس پر ابن حذافہ نے بھی سوال کیا کہ میرا باپ کون ہے تو آپ نے ارشاد فرمایا "حذافہ" ابن حذافہ کی ماں اپنے بیٹے سے کہنے لگی کہ بڑے نالائق ہو اگر تیری ماں نے کوئی قصور کیا ہوتا تو آج اسے کتنی رسوائی ہوتی۔

(۲)

سورہ انفال میں اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا:

يَآ أَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوا اسْتَجِيْبُوْا لِلّٰهِ وَلِلرَّسُوْلِ إِذَا دَعَاكُمْ لِمَا يُحْيِيْكُمْ ۚ وَاعْلَمُوْٓا أَنَّ اللّٰهَ يَحُوْلُ بَيْنَ الْمَرْءِ وَقَلْبِهٖ وَأَنَّهٗٓ إِلَيْهِ تُحْشَرُوْنَ (انفال:۲۴)

"اے ایمان والو! جب اللہ اور رسول تمہیں بلائیں تو حاضر ہو جاؤ اس لئے کہ اُن کی دعوت میں تمہاری زندگی مضمر ہے اور جان رکھو کہ اللہ انسان اور اُس کے دل کے درمیان حائل ہوتا ہے اور یقیناً تم سب نے اسی کی طرف اُٹھنا ہے"۔

قرآن مجید کی اس آیت میں جہاں حضور ﷺ کی اطاعت اور آپ کی سنتوں پر عمل کو زندگی کا راز بتایا گیا، وہاں آپ کی درگاہ عالیہ میں رہنے کے آداب سکھائے گئے۔

حضرت ابو سعید ابن معلیٰ رضی اللہ عنہ ارشاد فرماتے ہیں کہ ایک بار حضور ﷺ نے مجھے یاد فرمایا جب کہ میں نماز ادا کر رہا تھا۔ بعد از نماز حضور ﷺ کی بارگاہِ اقدس میں حاضر ہوا اور عرض کی "یا رسول اللہ ﷺ جب آپ نے مجھے یاد فرمایا میں نماز پڑھ رہا تھا، حضور ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ تم نے خداوند کریم کا یہ ارشاد ملاحظہ نہ کیا: یا ایھا الذین امنوا استجیبو۔۔۔الآیہ (بخاری شریف)

اسی قسم کی ایک روایت ابن ابی کعب کے بارے میں بھی نقل کی گئی ہے:

صحابہ کرام کو حضور ﷺ کی دعوت اور بلاوے پر فوری عمل کا اس قدر اہتمام تھا کہ احادیث و روایات میں آتا ہے کہ حضرت حنظلہ رضی اللہ عنہ جنہیں "غسیل ملائکہ" کہا جاتا ہے، ابھی آپ نے ازدواجی تعلق کے بعد غسل ضروری بھی نہ فرمایا تھا کہ حضور ﷺ نے شرکت جہاد کے لئے بلا لیا۔ آپ شامل جہاد ہوئے اور اسی حالت میں شہید ہو گئے اور پھر فرشتوں نے آپ کو غسل دیا۔

اسی طرح کی ایک روایت طحاوی نے بھی نقل کی کہ ایک صحابی اپنی اہلیہ سے جماع میں مصروف تھے کہ حضور ﷺ نے آواز دی۔ آپ وہیں سے الگ ہو کر حاضر بارگاہ ہوئے۔ حضور ﷺ نے فرمایا شاید ہم نے تمہیں جلدی میں ڈال دیا۔

(۳)

مدینہ شریف میں غزوہ احزاب کے موقع پر جب خندق کھودنے کا فیصلہ ہوا تو غلامانِ رسول ﷺ ایک دوسرے سے بڑھ چڑھ کر حضور ﷺ کی تعمیل ارشاد کرنے لگے، لیکن منافقین مشقت کی ان تلخیوں سے جان چھڑانے کے لئے آگے پیچھے کھسکنے لگے۔ اس پر اللہ تعالیٰ نے اپنے کلامِ قدیم میں آدابِ رسول ﷺ کے سلسلہ میں ایک مستقل دفعہ (Artical) شامل کردی وہ یہ کہ حضور ﷺ کی مجلس میں حاضری کے لئے جس طرح اجازت ضروری ہے ویسے ہی آپ کی مجلس سے رخصت ہونے کے لئے بھی اذن طلب کرنا لازم ہے۔

سورۂ نور میں اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا:

إِنَّمَا الْمُؤْمِنُونَ الَّذِينَ آمَنُوا بِاللَّهِ وَرَسُولِهِ وَإِذَا كَانُوا مَعَهُ عَلَىٰ أَمْرٍ جَامِعٍ لَّمْ يَذْهَبُوا حَتَّىٰ يَسْتَأْذِنُوهُ ۚ إِنَّ الَّذِينَ يَسْتَأْذِنُونَكَ أُولَٰئِكَ الَّذِينَ يُؤْمِنُونَ بِاللَّهِ وَرَسُولِهِ ۚ فَإِذَا اسْتَأْذَنُوكَ لِبَعْضِ شَأْنِهِمْ فَأْذَن لِّمَن شِئْتَ مِنْهُمْ وَاسْتَغْفِرْ لَهُمُ اللَّهَ ۚ إِنَّ اللَّهَ غَفُورٌ رَّحِيمٌ (النور: ۶۲)

"ایمان والے تو بس وہ ہیں جنہوں نے مان لیا ہے اللہ اور اُس کے رسول کو اور جب وہ اُن کی معیت میں کسی اہم کام میں شریک ہوتے ہیں تو کھسکتے نہیں جب تک کہ اُن سے اجازت نہ لے لیں بے شک وہ لوگ جو آپ سے اجازت لیتے ہیں وہی ہیں جو اللہ اور اس کے رسول کو مانتے ہیں پس اگر وہ لوگ اپنے کسی کام کے لیے آپ سے اجازت کے طلبگار ہوں تو اُن میں سے جسے چاہیں اجازت دیں اور اُن کے لیے اللہ سے بخشش طلب کریں بے شک اللہ بخشنے والا مہربان ہے"۔

(۴)

قرآن مجید میں مالک کائنات نے ارشاد فرمایا:

لَا تَجْعَلُوْا دُعَآءَ الرَّسُوْلِ بَيْنَكُمْ كَدُعَآءِ بَعْضِكُمْ بَعْضًا ط

(النور ۶۳)

''تم رسول کے بلانے کو آپس میں ایسا نہ ٹھہرالو جیسے تم لوگ ایک دوسرے کو پکارتے ہو''۔

اس آیت کے تحت شیخ ابن کثیر نے اپنی تفسیر میں لکھا ہے کہ یہاں حضور ﷺ کو بلانے کے آداب بیان کئے گئے ہیں۔ لوگوں کی عادت تھی کہ وہ حضور ﷺ کو جب بلاتے تو آپ کی کنیت یا نام سے معمولی طور پر آپ کی شان کا لحاظ رکھے بغیر بلاتے۔ اس پر اللہ تعالیٰ نے انہیں اس گستاخی سے منع فرمادیا اور حکم دیا کہ آپ کو اچھے القاب و آداب سے بلایا جائے۔

اس سے معلوم ہوا کہ حضور ﷺ کا نام بے تعظیمی سے لکھنا یا پکارنا حرام ہے، چاہئے کہ آپ کو نہایت ادب سے یا نبی اللہ، یا رسول اللہ وغیرہ کے کلمات سے پکارا جائے۔

قتادہ، مجاہد اور سعید بن جبیر نے اس آیت کے ضمن میں ارشاد فرمایا:

لوگو! حضور ﷺ کی بزرگی جانو اور دل سے آپ کی تعظیم کرو۔

ابن عباس، عطیہ اور حسن بصری کا خیال ہے کہ اس آیت میں لوگوں سے یہ کہا گیا ہے کہ وہ حضور ﷺ کی دعاؤں کو اپنی دعا جیسا نہ سمجھیں بلکہ یہ پختہ یقین رکھیں کہ حضور ﷺ کی ساری دعائیں قبول ہوتی ہیں۔

مبرد اور خطیب نے کہا کہ دُعَاء کا معنی پکارنا ہے اور یہاں دُعَآءَ الرَّسُوْل سے مراد یہ ہے کہ حضور ﷺ جب بھی کسی کو بلائیں تو اسے سب کچھ چھوڑ کر فوراً حضور ﷺ کی خدمت میں حاضر ہونا چاہئے۔

(۵)

عربوں کا دستور تھا کہ انہیں اگر ایک دوسرے کے گھر جانا ہوتا تو وہ آدابِ اجازت وغیرہ کے پابند نہیں ہوتے تھے اور اسی طرح اگر کسی دعوت میں شریک ہونا ہوتا تو کھانے کے بعد وہ گھنٹوں اُدھر ہی بیٹھے رہتے اور یہ خیال نہ گزرتا کہ ان کے اس فعل سے صاحب خانہ کو زحمت بھی ہو سکتی ہوگی۔

مسلم شریف میں ہے کہ اسی طرح کا ایک واقعہ حضور ﷺ کے دولت خانہ پر بھی پیش آیا۔ حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حضرت زینب رضی اللہ عنہا کے نکاح پر حضور ﷺ کے در دولت پر دعوت ولیمہ تھی۔ لوگ جماعت در جماعت آتے اور کھانا کھانے کے بعد چلے جاتے مگر دو تین آدمی کھانا کھانے کے بعد ادھر ہی مصروف گفتگو ہوئے اور اس سلسلہ کو اتنا دراز کیا کہ اس سے نبی اکرم ﷺ کو ذہنی کوفت ہوئی۔ اس پر اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کو حضور ﷺ کے دولت کدہ پر حاضری کے آداب سکھاتے ہوئے ارشاد فرمایا:

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لَا تَدْخُلُوا بُيُوتَ النَّبِيِّ إِلَّا أَنْ يُؤْذَنَ لَكُمْ إِلَىٰ طَعَامٍ غَيْرَ نَاظِرِينَ إِنَاهُ وَلَٰكِنْ إِذَا دُعِيتُمْ فَادْخُلُوا فَإِذَا طَعِمْتُمْ فَانْتَشِرُوا وَلَا مُسْتَأْنِسِينَ لِحَدِيثٍ (الاحزاب: ۵۳)

"اے ایمان لانے والو نبی معظم کے گھروں میں داخل نہ ہو الا یہ کہ تمہیں کھانے کے لیے بلایا جائے، نہ یہ کہ خود ہی پکنے کی جاو دیکھتے رہو ہاں جب تمہیں دعوت دی جائے تو حاضری دو سو جب کھانا کھالو تو فوراً بکھر پڑو نہ یہ کہ ادھر ہی باتوں سے متلذذ ہوتے رہو"۔

سورہ حجرات میں اللہ تعالیٰ نے حضور ﷺ کی بارگاہ کے آداب یوں بیان فرمائے:

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لَا تُقَدِّمُوا بَيْنَ يَدَيِ اللَّهِ وَرَسُولِهِ وَاتَّقُوا اللَّهَ إِنَّ اللَّهَ سَمِيعٌ عَلِيمٌ ۝ يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لَا تَرْفَعُوا أَصْوَاتَكُمْ فَوْقَ صَوْتِ النَّبِيِّ وَلَا تَجْهَرُوا لَهُ بِالْقَوْلِ كَجَهْرِ بَعْضِكُمْ لِبَعْضٍ أَنْ تَحْبَطَ

أَعْمَالُكُمْ وَأَنْتُمْ لَا تَشْعُرُوْنَ ۝ إِنَّ الَّذِيْنَ يَغُضُّوْنَ أَصْوَاتَهُمْ عِنْدَ
رَسُوْلِ اللّٰهِ أُولٰٓئِكَ الَّذِيْنَ امْتَحَنَ اللّٰهُ قُلُوْبَهُمْ لِلتَّقْوٰى ۭ لَهُمْ مَّغْفِرَةٌ وَّ
أَجْرٌ عَظِيْمٌ ۝ إِنَّ الَّذِيْنَ يُنَادُوْنَكَ مِنْ وَّرَآءِ الْحُجُرٰتِ أَكْثَرُهُمْ لَا
يَعْقِلُوْنَ ۝ وَلَوْ أَنَّهُمْ صَبَرُوْا حَتّٰى تَخْرُجَ إِلَيْهِمْ لَكَانَ خَيْرًا لَّهُمْ ۭ وَاللّٰهُ
غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ۝ (الحجرات: ۱ تا ۵)

اے ایمان والو! اللہ اور اس کے رسول سے آگے نہ بڑھو اور ڈرو اللہ سے بے شک اللہ سننے والا ہے جاننے والا ہے (۱) اے ایمان والو! اپنی آوازوں کو نبی کی آواز سے اونچا نہ ہونے دو اور ان کے سامنے اونچے نہ بولو جیسے تم ایک دوسرے کے ساتھ بلند آواز میں بولتے ہو ایسا نہ ہو کہ تمہارے اعمال ضائع ہو جائیں اور تمہیں پتا بھی نہ چل سکے (۲) بے شک وہ لوگ جو اپنی آوازوں کو رسول اللہ کے سامنے پست رکھتے ہیں وہی لوگ ہیں جن کے دلوں کو اللہ نے تقویٰ کے لیے چن لیا ہے ،ان کے لیے بخشش اور اجرِ عظیم ہے (۳) بے شک وہ لوگ جو آپ کو حجروں کے پیچھے سے بلند آواز کے ساتھ پکارتے ہیں ان کی اکثریت بے سمجھوں کی ہے (۴) اور اگر وہ صبر کرتے یہاں تک کہ آپ خود ان کی طرف نکلتے تو ان کے حق میں بہتر بات یہی تھی اور اللہ بخشنے والا مہربان ہے (۵)۔

انہی آیات کی تشریح میں مولانا شبیر احمد عثمانی نے تفسیر سورہ حجرات کے اندر لکھا:

”جس معاملہ میں اللہ اور رسول کی طرف سے حکم ملنے کی توقع ہو، اس کا فیصلہ پہلے ہی آگے بڑھ کر اپنی رائے سے نہ کر بیٹھو بلکہ حکم ربی کا انتظار کرو، جس وقت پیغمبر ﷺ کچھ ارشاد فرمائیں خاموشی سے کان لگا کر سنو۔ ان کے بولنے سے پہلے خود بولنے کی جرأت نہ کرو، جو حکم ادھر سے ملے بلا چون و چرا اس پر عامل بن جاؤ“۔

حضور ﷺ کی مجلس میں شور نہ کرو اور جیسے آپس میں ایک دوسرے سے بے تکلف چہک کر یا

ترخ کر باتیں کرتے ہو حضور ﷺ کے ساتھ یہ طریقہ اختیار کرنا خلاف ادب ہے۔ آپ سے خطاب کرو تو نرم آواز سے تعظیم واحترام کے لہجہ میں، ادب وشائستگی کے ساتھ۔ حضور ﷺ کے وصال کے بعد احادیث سننے اور پڑھنے کے وقت یہ ہی ادب چاہئے اور جب قبر شریف کے پاس حاضر ہو وہاں بھی ان آداب کو ملحوظ رکھے۔

شاتم رسول ﷺ کی سزا:

اس امر کے واضح ہو جانے کے بعد کہ حضور ﷺ کی تعظیم واکرام اور توقیر وآداب اسلام کے مبادیات میں سے ہیں۔ یہ جاننا بھی ضروری ہے کہ ایسا شخص جو حضور ﷺ کی شان اقدس میں تنقیص کرے اس کی سزا کیا ہے؟

یہ بات بخوبی یاد رہے کہ حضور ﷺ کی شان میں تنقیص اور کمی، سب اور شتم، ہلکے قسم کا گناہ نہیں بلکہ ایسا جرم ہے جس کا ارتکاب اگر کلمہ گو کرے تو وہ دائرہ اسلام سے خارج ہو جاتا ہے اور اس کا اس طرح کافر ہو جانا، ائمہ اسلام کا اتفاقی اور اجتماعی مسلک ہے اور جہاں تک کسی کافر کے ساب اور شاتم ہونے کا تعلق ہے تو وہ بھی اسلامی ریاست میں سزا سے نہیں بچ سکے گا۔

رسول اللہ ﷺ کی شان میں گستاخی اور اہانت کرنے والے آدمی کے بارے میں قرآنی فیصلہ ملاحظہ ہو:

وَمِنْهُمُ الَّذِيْنَ يُؤْذُوْنَ النَّبِيَّ وَيَقُوْلُوْنَ هُوَ اُذُنٌ ۭ قُلْ اُذُنُ خَيْرٍ لَّكُمْ يُؤْمِنُ بِاللّٰهِ وَيُؤْمِنُ لِلْمُؤْمِنِيْنَ وَرَحْمَةٌ لِّلَّذِيْنَ اٰمَنُوْا مِنْكُمْ ۭ وَالَّذِيْنَ يُؤْذُوْنَ رَسُوْلَ اللّٰهِ لَهُمْ عَذَابٌ اَلِيْمٌ ۝ (التوبہ:۶۱)

"اور اُن میں کچھ ایسے بھی ہیں جو نبی کو اذیت دیتے ہیں اور کہتے ہیں یہ تو "کان" ہیں فرمایئے! ان کا ہر ایک کی سننا تمہارے لیے بہتر ہے اللہ پر ایمان اور مومنوں پر یقین رکھتا ہے اور تم میں سے ایمان لانے والوں کے لیے پیکر رحمت ہے اور وہ لوگ جو اللہ کے رسول کو دکھ دیتے ہیں اُن کے لیے دردناک سزا ہے"۔

دوسرے مقام پر رب قدوس نے ارشاد فرمایا:

وَمَنۡ يُّشَاقِقِ اللّٰهَ وَرَسُوۡلَهٗ فَاِنَّ اللّٰهَ شَدِيۡدُ الۡعِقَابِ ۝۱۳ (انفال:۱۳)

اور جو اللہ اور اُس کے رسول کی مخالفت کرتا ہے تو اللہ بھی سخت عذاب دینے والا ہے۔

ابن تیمیہ نے ”الصارم المسلول علی شاتم الرسول“ میں اس امر کی تصریح یوں کی، بلکہ اپنی کتاب کے ایک باب کا عنوان ہی یہی رکھا:

من سب النبی ﷺ من مسلم او کافر فانہ یجب قتلہ ھذا مذھب علیہ عامۃ اھل العلم

”جس شخص نے حضور ﷺ کی شان میں برے کلمات استعمال کیے تو اس کا قتل کر دینا واجب ہے، برابر ہے کہ وہ شخص مسلمان ہو یا کافر، عام اہل علم کا یہی مذہب ہے۔“

ابو بکر فارسی نے اصحاب شافعیہ سے حضور ﷺ کے سابّ اور شاتم کے قتل کیے جانے پر اجماع نقل کیا ہے۔

علامہ قاضی عیاض رحمتہ اللہ علیہ نے بھی ایسے ہی خیالات کا اظہار کیا ہے:

اجمعت الامۃ علی قتل متنقصہ من المسلمین و سابہ

”حضور ﷺ کی تنقیص اور سب کرنے والے کے قتل پر امت کا اجماع ہے“۔

خطابی نے کہا:

”لا اعلم احدا من المسلمین اختلف فی وجوب قتلہ

”یعنی میرے علم میں کوئی ایسا مسلمان نہیں جس نے حضور ﷺ کے شاتم کے قتل کیے جانے میں اختلاف کیا ہو“۔

حضرت عمر بن عبدالعزیز کا ایک قول بھی ایسے ہی ہے کہ حضور ﷺ کو کوئی مسلمان کیسے برا بھلا کہہ سکتا ہے، اگر ایسے ہو تو ایسے شخص کے مرتد ہونے میں کیسے شک کیا جا سکتا ہے۔

عام روایات میں اگرچہ امام ابو حنیفہ کا مسلک یہی نقل کیا جاتا ہے کہ آپ سابّ اور شاتم پر

وجوب حد کے قائل نہیں تھے لیکن ابن تیمیہ نے ''الصارم'' میں اور قاضی عیاض نے اپنی مولفات میں نبی کریم ﷺ کی اہانت کرنے والے کے قتل کیے جانے پر ائمہ اربعہ کا اجماع نقل کیا ہے۔

میرے خیال میں جتنے بھی فقہاء نے اس سلسلہ میں مذکورہ صدر خیالات سے اختلاف کیا ہے۔اس کا معنیٰ ہرگز یہ نہیں کہ حضور ﷺ کا گستاخ قانوناً سزا سے بچ جائے بلکہ اختلاف وجوب حد اور لزوم کفر کا ہے۔ ہر دو صورتوں میں سزا کا استحقاق تو باقی رہے گا۔

ذمی، مرتد، محارب اور مسلم سابّ کے بارے میں فقہائے کرام کے اختلافات بھی کافی ہیں جنہیں طوالت کے خوف سے ترک کیا جاتا ہے، جو چاہے کتب احکام دیکھ لے۔

سب وشتم تو دور کی بات ہے علماء کے نزدیک وہ شخص جو حضور ﷺ کے مرتبہ میں کسی طرح کمی کرنے کی کوشش کرتا ہے یا ایسا اسلوب اختیار کرتا ہے جس سے حضور ﷺ کی شان میں تقصیر ظاہر ہوتی ہو، وہ بھی کفر ہی کا ارتکاب کرتا ہے۔

علامہ زینی دحلان رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

من قصر بالرسول علیه الصلوٰة والسلام عن شئی من مرتبته فقد عصی او کفر و من بالغ فی تعظیمها بانواع التعظیم و لم یبلغ به ما یختص بالباری فقد اصاب الحق۔ (الدرر السنیۃ)

ورد محبت۔۔۔۔۔۔وظیفہ عشق:

''من احب شیأً فاکثر ذکرہ'' کے تحت انسان کو جس سے محبت ہوتی ہے اکثر اس کی زبان پر اسی کا ذکر جاری رہتا ہے۔ اللہ اور اس کے رسول ﷺ کی محبت اور عشق کا ایک لازمی تقاضا یا علامت ان کا ذکر اور یاد ہے۔ اللہ کی یاد اور رسول اللہ ﷺ کا ذکر بیک وقت منزل بھی ہے اور منزل پر پہنچنے کا وسیلہ بھی۔ اللہ تعالیٰ نے قرآن حکیم میں جہاں بہت سے مقامات پر اپنی یاد بجا لانے کا حکم صادر فرمایا وہاں ایمان وعشق کے حاملین کو یہ تلقین بھی فرمائی کہ وہ حضور ﷺ پر درود بھیجتے رہیں۔

إِنَّ اللَّهَ وَمَلَٰٓئِكَتَهُۥ يُصَلُّونَ عَلَى ٱلنَّبِيِّ ۚ يَٰٓأَيُّهَا ٱلَّذِينَ ءَامَنُوا۟ صَلُّوا۟ عَلَيْهِ وَسَلِّمُوا۟ تَسْلِيمًا ﴿٥٦﴾ (الاحزاب:۵۶)

"بے شک اللہ اور اس کے فرشتے نبی پر درود بھیجتے ہیں اے ایمان لانے والو! تم بھی ان پر خوب اور خوب درود و سلام بھیجو"۔

جس طرح اللہ کی یاد اور ذکر کے مختلف طریقے اور اسلوب ہیں، مثلاً نماز، تلاوت قرآن حکیم، زکوٰۃ اور حج وغیرہ اسی طرح حضور ﷺ کی یاد کی بھی مختلف صورتیں اور نوعیتیں ہیں۔ صلوٰۃ وسلام، محافل میلاد، نعت خوانی اور نعت خواہی، ساری ہی صورتیں ایک طالب صادق کے جذبہ عشق ومحبت کو قوت دیتی ہیں اور اس کے سینے سے اٹھنے والی بے چین تمناؤں اور بے قرار آرزوؤں کے لئے وجہ سکون وراحت بنتی ہیں۔ لذت، حلاوت، سرور، نور، طمانیت اور برکات کے حصول کا واحد راستہ یہی ہے کہ خداوند قدوس کا ذکر کثرت سے کیا جائے اور رسالت مآب ﷺ پر درود و سلام کی کثرت کو حرز جاں بنایا جائے۔

اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا:

أَلَا بِذِكْرِ ٱللَّهِ تَطْمَئِنُّ ٱلْقُلُوبُ ﴿٢٨﴾ (الرعد:۲۸)

"خبردار اللہ کے ذکر سے ہی دلوں کو اطمینان ہوتا ہے"۔

جہاں تک ذکر کے فضائل اور درود شریف کی برکات کا تعلق ہے ان کا کما حقہ احاطہ کرنا ممکن نہیں مختصر طور پر چند روایات نقل کی جاتی ہیں۔

خدا کی یاد خدا کی پسند:

حضرت ابو ہریرہ ﷺ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ حق تعالیٰ کا فرمان ہے کہ میں اپنے بندے سے ویسا ہی معاملہ کرتا ہوں جیسا کہ وہ میرے ساتھ ظن رکھتا ہے۔ جب وہ مجھے یاد کرتا ہے تو میں اس کے ساتھ ہوتا ہوں۔ اگر وہ مجھے دل میں یاد کرے تو میں بھی اسے دل میں یاد کرتا ہوں اور اگر وہ مجھے اجتماع میں یاد کرے تو میں اس سے بہتر مجمع میں اس کا تذکرہ کرتا

ہوں اور اگر وہ میری طرف بالشت برابر متوجہ ہوتو میں ایک ہاتھ اس کی طرف متوجہ ہوتا ہوں اور اگر وہ ایک ہاتھ میری طرف بڑھے تو میں دو ہاتھ اس کی طرف بڑھتا ہوں اور اگر وہ میری طرف چل کر آئے تو میں اس کی طرف دوڑ کر جاتا ہوں۔

حضور ﷺ کا ارشاد گرامی ہے کہ یہ دنیا اور جو کچھ اس میں ہے ملعون ہے، مگر اللہ کا ذکر اور جو چیز اس سے قریب ہو اور عالم اور طالب علم (ابن ماجہ، ترمذی)

ایک حدیث شریف کے مطابق قیامت کے دن ایک آواز دینے والا آواز دے گا کہ عقلمند کہاں ہیں، پوچھا جائے گا کہ عقلمند لوگوں سے کون لوگ مراد ہیں، جواب ملے گا وہ لوگ جو کھڑے، بیٹھے اور لیٹے ہر وقت اللہ کا ذکر کرتے ہیں۔

حضور ﷺ سے ایک صحابی نے عرض کی:

یارسول اللہ ﷺ شریعت کے احکام متعدد ہیں، مجھے کوئی ایسا عمل بتایئے جسے میں اپنا مشغلہ بنالوں، حضور نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا اپنی زبان کو اللہ کے ذکر سے تر رکھو۔

حضرت ابودرداء رضی اللہ عنہ کا قول ہے کہ وہ لوگ جن کی زبان ذکر خدا سے تر رہتی ہے وہ جنت میں ہنستے ہوئے داخل ہوں گے۔

حضور ﷺ نے ارشاد فرمایا اگر ایک شخص کے پاس بہت سے درہم ہوں اور وہ ان کو خرچ کر رہا ہو اور دوسرا شخص اللہ کا ذکر کرتا ہو تو ان میں سے ذکر کرنے والا افضل ہے۔

حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ نے حضور ﷺ سے ایک روایت نقل کی کہ جنتی لوگ جب جنت میں داخل ہو جائیں گے تو ان کے لئے کوئی وجہ پریشانی نہیں ہوگی بجز اس گھڑی کے جس میں انہوں نے خدا کا ذکر نہیں کیا ہوگا۔

حضور ﷺ نے ایک مرتبہ اپنے صحابہ سے ارشاد فرمایا کہ جب تم جنت کے باغات میں گزرو تو کچھ کھا پی لیا کرو۔ صحابہ نے عرض کی یارسول اللہ ﷺ جنت کے باغات کون سے ہیں تو آپ ﷺ نے فرمایا "ذکر کے حلقے"۔

ایک حدیث شریف میں رسول اللہ ﷺ نے قبر کے عذاب سے بچنے کے لئے خدا کے ذکر کو ایک کارگر اور نجات بخش نسخہ قرار دیا۔

حضور ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ قیامت کے دن بعض اقوام کو اللہ تعالیٰ یوں اٹھائیں گے کہ وہ موتیوں کے ممبروں پر ہوں گے اور ان کے سروں پر نور ہوگا، لوگ ان پر رشک کریں گے اور یہ لوگ انبیاء اور شہداء کے علاوہ ہوں گے۔ کسی نے سوال کیا یا رسول اللہ ﷺ ہماری پہچان کے لئے ان کا حال بیان فرمائیں۔ اس پر حضور ﷺ ارشاد فرمانے لگے کہ یہ وہ لوگ ہوں گے جو خدا کے لئے ایک دوسرے سے محبت کرتے ہوں گے اور مختلف قبیلوں اور شہروں سے صرف اللہ کے ذکر کے لئے جمع ہوں گے۔

ایک دوسری حدیث شریف کے مطابق وہ شخص جو اللہ کا ذکر تنہائی میں کرتا ہو اور اس کے آنسو بہہ جاتے ہوں، قیامت کے دن اللہ تعالیٰ اسے اپنی رحمت کے سائے میں جگہ دے گا۔

حضور ﷺ نے ارشاد فرمایا صبح شام اللہ تعالیٰ کا ذکر کرنا اللہ تعالیٰ کے راستے میں تلوار توڑنے اور سخاوت کے ساتھ مال دینے سے افضل ہے۔

حضرت ابو ہریرہ ؓ فرماتے ہیں کہ آسمان والے زمین والوں کے ان گھروں کو چمکتے ستاروں کی مانند دیکھتے ہیں جن میں اللہ تعالیٰ کا ذکر کیا جائے۔

حضرت امام غزالی نے مکاشفۃ القلوب میں حضرت سفیان سے نقل کیا کہ جب کوئی قوم جمع ہو کر خدا کا ذکر کرتی ہے تو شیطان اور دنیا اس سے دور ہو جاتے ہیں اور شیطان دنیا سے مخاطب ہو کر کہتا ہے، تو دیکھتی نہیں ہے کہ یہ کیا کر رہے ہیں؟ دنیا کہتی ہے کہ انہیں چھوڑ دے اس لئے کہ جب یہ الگ ہو جائیں گے تو میں ان کی گردنیں پکڑ کر تیرے پاس لاؤں گی۔

ایک روایت کے مطابق جان کنی کے وقت ہر جان پیاسی ہوتی ہے لیکن وہ لوگ جو اللہ تعالیٰ کا کثرت کے ساتھ ذکر کرتے ہیں ان کا معاملہ ایسا نہیں ہوتا۔

ایک حدیث شریف میں ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا، جس شخص کو میرا ذکر مانگنے

سے روکے رکھے (یعنی دعا کرنے سے) تو میں اسے سوال کرنے والوں سے بہتر عطا کروں گا۔

کہتے ہیں ایک دفعہ حضرت ابو ہریرہ ﷺ نے بازار میں اعلان کر دیا کہ مسجد میں حضور ﷺ کی میراث تقسیم ہو رہی ہے۔ لوگ مسجد میں گئے تو کچھ نہ دیکھا۔ حضرت ابو ہریرہ ﷺ سے پوچھا کہ ہم نے تو مسجد میں کچھ بھی تقسیم ہوتے نہیں دیکھا، بجز اس کے کہ کچھ لوگ اللہ کا ذکر کر رہے ہیں اور قرآن مجید کی تلاوت کر رہے ہیں۔ حضرت ابو ہریرہ ﷺ فرمانے لگے، یہی تو رسول اللہ ﷺ کی وراثت ہے۔

ایک روایت میں ہیں کہ حضور ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ غافلوں کے اندر ذکر کرنے والا ایسا ہے جیسے خشک علاقے میں ہرا درخت ہو اور یہ بھی آپ ﷺ کا ارشاد ہے کہ غافلوں کے اندر ذکر کرنے والا ایسا ہے جیسے بھاگنے والوں میں جہاد کرنے والا ہوتا ہے۔ (مکاشفۃ القلوب)

یادِ رسول اللہ ﷺ اور سوغات محبت:

اللہ تعالیٰ نے حضور ﷺ سے ورفعنا لك ذكرك کہہ کر آپ کی یاد کو دوام کی اس دولت سے مالا مال کیا کہ تاریخ موجودات اس کی نظیر پیش کرنے سے عاجز ہے۔ زمان کے لحاظ سے لحہ بہ لحہ اور لحظہ بہ لحظہ اور مکان کے لحاظ سے جابجا اور کو بکو کوئی ایسی چیز نہیں جو زبانِ حال سے یادِ رسول سے سرشار نہ ہو۔ سب سے بڑھ کر یہ کہ خدا کے قدسی صفات فرشتے اور خود رب جلیل بھی حضور ﷺ پر صلوۃ وسلام پڑھتے ہیں۔

اِنَّ اللّٰهَ وَمَلٰٓئِكَتَهٗ يُصَلُّوْنَ عَلَى النَّبِيِّ (الاحزاب:۵۶)

"بے شک اللہ اور اس کے فرشتے نبی پر درود بھیجتے ہیں"۔

علامہ سخاوی کہتے ہیں کہ آیت شریفہ میں صیغۂ مضارع کے ساتھ صلوٰۃ کا ذکر دوام اور استمرار پر دلالت کرتا ہے، یعنی اللہ کی ذات اور فرشتے ہمیشہ نبی ﷺ پر درود بھیجتے رہتے ہیں۔

قرآن مجید صرف اس بات کی ہی خبر نہیں دیتا کہ اللہ اور فرشتے ہمہ وقت حضور ﷺ پر درود بھیجتے ہیں بلکہ عالم بھر کے ایمان یافتہ انسانوں سے تقاضا بھی کرتا ہے کہ وہ اس کے رسول پر درود بھیجیں۔

يَاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا صَلُّوْا عَلَيْهِ وَسَلِّمُوْا تَسْلِيْمًا ﴿۵۶﴾ (الاحزاب:۵۶)

"اے ایمان لانے والو! تم بھی ان پر خوب اور خوب درود و سلام بھیجو"۔

آیت مذکورہ کے تحت اہلِ محبت کی سب سے بڑی نشانی حضور ﷺ پر درود و سلام پڑھنا ٹھہرے گی۔ اس اعتبار سے ہر وہ شخص جسے عاقبت پیاری ہو اس کو چاہئے کہ وہ کثرت کے ساتھ حضور ﷺ پر درود پڑھے۔

علامہ سخاوی نے امام زین العابدین رضی اللہ عنہ سے ایک دلچسپ روایت نقل کی ہے کہ حضور ﷺ پر کثرت سے درود پڑھنا اہل سنت ہونے کی علامت ہے۔

حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ جس کے پاس میرا ذکر کیا جائے تو اسے چاہئے کہ وہ مجھ پر درود پڑھے اس لئے کہ جو شخص مجھ پر ایک بار درود پڑھے گا اللہ تعالیٰ اس پر دس مرتبہ رحمت بھیجے گا، اس کی دس لغزشیں معاف کی جائیں گی اور دس درجے بلند کئے جائیں گے۔

حضرت حسن رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ تم جہاں بھی ہو مجھ پر درود پڑھو اس لئے کہ تمہارا پڑھا ہوا درود مجھ تک پہنچتا ہے۔ (الترغیب والترھیب)

ایک حدیث شریف میں رسالت مآب ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ قیامت کے دن سب سے زیادہ میرے قریب وہ شخص ہوگا جو کثرت کے ساتھ مجھ پر درود پڑھنے والا ہوگا۔

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے نبی اکرم ﷺ کا ایک ارشاد پاک یوں نقل کیا ہے کہ آپ نے ارشاد فرمایا کہ بے شک اللہ تعالیٰ کے بہت سے فرشتے پھرنے والے ہیں جو میری امت کی طرف سے مجھ تک سلام پہنچاتے ہیں۔

حضرت ابو درداء رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ جو شخص صبح اور شام مجھ پر دس دس مرتبہ درود پڑھے اسے قیامت کے دن میری شفاعت پہنچ کر رہے گی۔

حضرت ابو طلحہ انصاری رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ایک دن میں رسول اللہ ﷺ کی بارگاہ میں حاضر

ہوا، رسالت مآب ﷺ کے چہرۂ انور پر سلوٹیں بجلی کی طرح چمک رہی تھیں، میں نے عرض کیا یارسول اللہ ﷺ میں نے آپ کو آج سے زیادہ مسرور اور خوش کبھی نہیں دیکھا۔ اس پر آپ ارشاد فرمانے لگے: میں خوش کیوں نہ ہوں ابھی ابھی جبرائیل علیہ السلام مجھ سے جدا ہوئے اور کہا، اے محمد ﷺ جو شخص آپ پر درود پڑھے گا، اللہ اس کے لئے دس نیکیاں لکھے گا، دس خطائیں معاف اور دس درجے بلند فرمائے گا۔

ترغیب میں ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ جو شخص مجھ پر دن میں ہزار بار درود بھیجے گا اس پر موت نہیں آئے گی یہاں تک کہ وہ اپنا مقام جنت میں دیکھ لے۔

حضرت انس ؓ فرماتے ہیں کہ حضور ﷺ کی حدیث ہے کہ وہ دو شخص جو آپس میں محبت سے ملیں اور درود شریف پڑھیں۔ اللہ تعالیٰ ان کے جدا ہونے سے پہلے ان کے اگلے پچھلے سارے گناہ معاف فرمادیتا ہے۔

ترمذی شریف کی حدیث ہے حضرت ابی بن کعب ؓ فرماتے ہیں کہ میں نے حضور ﷺ کے سامنے عرض کی کہ آپ پر کثرت کے ساتھ درود بھیجنا چاہتا ہوں تو مقدار کس قدر مقرر کروں۔ آپ نے ارشاد فرمایا جتنا تو خود چاہے میں نے عرض کی یارسول اللہ! ایک چوتھائی۔ آپ فرمانے لگے، تجھے اختیار ہے لیکن بڑھادے تو تیرے لئے بہتر ہے۔ حضرت ابی ؓ فرماتے ہیں میں نے عرض کی حضور ﷺ دو تہائی کردوں۔ آپ ﷺ فرمانے لگے، تیرا اختیار، لیکن بڑھادے تو تیرے لئے زیادہ بہتر ہے، میں نے عرض کی یارسول اللہ! پھر تو سارا وقت درود کے لئے مقرر کرتا ہوں اس پر حضور ﷺ ارشاد فرمانے لگے کہ اس صورت میں تو تیرے تمام اندیشوں اور غموں کی کفایت کی جائے گی اور ایسا کرنا تیرے گناہوں کا کفارہ بھی ہوگا۔

حضرت ابوہریرہ ؓ رسول اللہ ﷺ سے روایت فرماتے ہیں کہ حضور ﷺ نے ارشاد فرمایا:

ما من احدٍ یسلم علی الا رد اللہ الی روحی حتی ارد علیہ السلام

(رواہ احمد وابوداؤد)

"کوئی بھی شخص جب مجھ پر سلام بھیجے، اللہ میری روح لوٹاتا ہے یہاں تک کہ میں خود اس کے سلام کا جواب دیتا ہوں"۔

اس حدیث شریف کے تحت اجل علماء نے لکھا ہے کہ یہاں روح سے مُراد "نطق" یا "توجہ" ہے جیسے کہ مصطفےٰ محمد عمارہ نے ترغیب کے حاشیہ میں لکھا:

ای رد علی نطقی لانه صلی الله علیه وسلم حی دائما و روحه لاتفارقه ـ لان الانبیاء احیاء فی قبورهم۔

"حدیث میں روح سے مراد نطق ہے وگرنہ حضور ﷺ حیات دائمی رکھتے ہیں۔ آپ کی روح آپ کے جسم اطہر سے جدا نہیں ہے اور اس طرح سارے نبی اپنی اپنی قبروں میں زندہ ہیں"۔

حضرت امیر المؤمنین عمر فاروق رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ جب تک حضور ﷺ پر درود و سلام نہ پڑھا جائے دعائیں آسمان اور زمین کے درمیان معلق رہتی ہیں۔ اسی طرح کی ایک روایت حضرت علی رضی اللہ عنہ سے بھی مروی ہے۔

کل دعاء محجوب حتی یصلی علی محمد ﷺ

"یعنی بغیر درود شریف کے دعا مقبول نہیں ہوتی"۔

حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ایک دن میں حضور ﷺ کے پاس آیا تو آپ فرمانے لگے کہ کیا میں تمہیں لوگوں میں سب سے زیادہ بخیل شخص نہ بتا دوں۔

صحابہ نے عرض کی یا رسول اللہ ﷺ ضرور ارشاد فرمائیں۔ آپ ارشاد فرمانے لگے کہ لوگوں میں سب سے بڑھ کر وہ شخص بخیل ہے جس کے پاس میرا ذکر کیا جائے اور وہ مجھ پر درود نہ پڑھے۔ (مشکوٰۃ شریف)

حضرت عمرو بن دینار نے حضرت ابو جعفر رضی اللہ عنہ سے روایت کی کہ حضور ﷺ نے ارشاد فرمایا:

من نسی الصلوٰۃ علی فقد اخطاء طریق الجنة ۔ (رواہ ابن ماجہ)

"جس نے مجھ پر درود بھیجنا بھلا دیا گویا کہ وہ جنت کی راہ بھول گیا"۔

اسی طرح کی ایک حدیث شریف حضرت قتادہ ﷺ نے روایت فرمائی کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

من الجفاءِ ان اذکر عند رجل فلا یصلی علی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

"اگر کسی آدمی کے سامنے میرا ذکر کیا جائے اور وہ مجھ پر درود نہ پڑھے تو یہ ظلم ہے"۔

حضرت ابوہریرہ ﷺ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

ما جلس قوم مجلسا لم یذکر واللہ فیہ ولم یصلوا علی نبیھم صلی اللہ علیہ وسلم الا کان علیھم من اللہ یو م القیامۃ فان شآء علیھم وان شآءَ غفر لھم۔ (رواہ احمد وابوداوٗد)

"کسی مجلس میں بیٹھنے والی قوم اگر اللہ کا ذکر نہ کرے اور اپنے نبی پر درود نہ پڑھے تو قیامت کے دن یہ مجلس ایسے لوگوں کے لئے وبال ہوگی۔ اگر اللہ چاہے گا تو عذاب دے گا اور چاہے گا تو معاف فرمادے گا"۔

ایک دوسری حدیث شریف میں حضور ﷺ نے ارشاد فرمایا:

الصلوٰۃ علی نور علی الصراط ومن صلی علی یوم الجمعۃ ثمانین مرۃً غفرت لہ ذنوب ثمانین عاماً۔ (مکاشفۃ القلوب للغزالی)

"مجھ پر درود بھیجنا پل صراط کا نور ہے"۔

جس شخص نے جمعۃ المبارک کو مجھ پر اسی دفعہ درود بھیجا، اس کے اسی سال کے گناہ معاف کردیئے جائیں گے"۔

حضرت علامہ ابوعبداللہ قرطبی نے اپنی تفسیر میں سورہ اخلاص کے فضائل میں ایک روایت نقل کی ہے جس کا تعلق درود شریف کے فضائل سے بھی ہے۔ حضرت سہل بن سعد ساعدی ﷺ

فرماتے ہیں کہ ایک شخص نے حضور ﷺ سے فقر اور تنگدستی کی شکایت کی اس پر حضور ﷺ نے اسے ارشاد فرمایا:

اذا دخلت البیت فسلم ان کان فیہ احد و ان لم یکن فیہ احد علی واقرء قل ھو اللہ احد مرۃ واحدۃ

”جب تم گھر میں داخل ہو تو گھر میں کوئی موجود ہونے کی صورت میں اسے سلام کہو اور اگر کوئی موجود نہ ہو تو مجھ پر سلام بھیجو اور پھر ایک مرتبہ سورہ اخلاص پڑھو“۔

اس آدمی نے حسب ہدایت عمل کیا تو اللہ تعالیٰ نے اسے اس کی برکت سے وافر رزق عطا فرمایا:

حضرت عمرو بن دینار رضی اللہ عنہ نے بھی اسی قسم کی ایک حدیث رسول اللہ ﷺ سے روایت کی ہے جسے قاضی عیاض نے اپنی معروف کتاب شفا شریف میں نقل کیا۔

ایک امر کا یہاں بیان کرنا دلچسپی سے خالی نہیں ہوگا کہ ملا علی قاری نے مذکورہ حدیث کی شرح میں گھر میں کسی کے موجود نہ ہونے کی صورت میں حضور ﷺ پر درود شریف پڑھنے کی وجہ بیان کرتے ہوئے لکھا:

لان روحہ صلی اللہ علیہ وسلم فی بیوت اھل الاسلام

”یہ اس لئے کہ حضور ﷺ کی روح مبارک گویا ہر مسلمان کے گھر میں حاضر ہوتی ہے“۔

رسول اللہ ﷺ پر درود شریف کی کثرت جہاں برکات کے حاصل کرنے کا ذریعہ ہے، وہاں اس سے گریزاں رہنا رسول اللہ ﷺ کی ناراضگی کا موجب بھی ہے۔ اس سلسلہ میں وہ مشہور حدیث شریف تو پیچھے گزری ہے کہ وہ شخص سب سے بڑا بخیل ہے جو حضور ﷺ کے ذکر کے وقت درود نہ پڑھے۔

اسی ضمن میں وہ حدیث بھی ملاحظہ ہو جسے حضرت کعب بن عجرہ رضی اللہ عنہ نے نقل کیا: فرماتے ہیں کہ حضور ﷺ ایک دن منبر پر تشریف لے گئے تو جب پہلے زینے پر قدم رکھا تو ”آمین“ فرمایا پھر دوسرے زینے پر تشریف لے گئے تو فرمایا ”آمین“ اسی طرح تیسرے زینے پر بھی ”آمین“ فرمایا

اس کے بعد آپ ارشاد فرمانے لگے کہ میرے پاس جبرائیل علیہ السلام آئے اور کہنے لگے کہ اے محمد ﷺ! جو کوئی رمضان کا مہینہ پائے اور اس کی مغفرت نہ ہو تو اسے اللہ اپنی رحمت سے دور رکھے تو میں نے کہا ”آمین“ پھر کہنے لگے جو کوئی والدین کو پانے والا ہو اور پھر جہنم میں جائے تو اللہ اسے بھی اپنی رحمت سے دور رکھے، تو میں نے کہا ”آمین“ پھر جبرائیل علیہ السلام کہنے لگے جس کے سامنے آپ کا ذکر کیا جائے اور وہ آپ پر درود نہ پڑھے تو اللہ اسے بھی اپنی رحمت سے دور رکھے۔ کہیے آمین تو میں نے آمین کہی۔

اطاعت نہیں تو محبت نہیں:

حضرت رابعہ عدویہ رحمۃ اللہ علیہا کے مشہور اشعار ہیں۔ ان میں آپ نے محبت اور اطاعت کے تعلق کو کس خوبصورتی کے ساتھ واضح فرمایا ہے:

تعصى الاله وانت تظهر حبه

هذا العمرى فى القياس بديع

لـو كان حبك صادقا لا طعته

ان الـمحب لمن يحب مطيع

”تم خدا کی محبت کے دعویدار ہو“ حالانکہ اس کی نافرمانی بھی کرتے ہو، کتنی عجیب ہے یہ بات اگر واقعۃً تمہاری سچی محبت ہوتی تو تم اس کی اطاعت کرتے، اس لئے کہ محبت کرنے والا محبوب کا اطاعت گزار ہوتا ہے“۔

محبت اور عشق دراصل اس میلان اور چاہت کا نام ہے جو محبّ کے سینے سے ماسویٰ المحبوب ہر چیز کو مٹا دیتا ہے اور مرحلہ در مرحلہ محبت کرنے والا اپنے محبوب کا غلام بن جاتا ہے اور یہ فنائیت کی منزل اسے وہ لذت اطاعت اور شوق اتباع بخشتی ہے کہ ایک صادق محب اپنے محبوب کی ہر ادا اور ہر اشارہ پر کٹ مرنے کو بھی سعادت تصور کرتا ہے۔

اللہ تعالیٰ اور رسول اللہ ﷺ کی محبت اور عشق کا واحد مفہوم اطاعت واتباع ہی ہے، جس کو

جس قدر محبت کا فیضان زیادہ ملا ہوگا، وہ اسی قدر اطاعت کا رنگ لئے ہوگا۔ اسی لئے امام غزالی نے فرمایا:

”محبت عبادت کے عزم کا نام ہے اور وہ جب ہی ممکن ہے کہ اس کے اطوار وعادات رسول اللہ ﷺ کی سنت کے مطابق ہوں“۔

دوسرے الفاظ میں رسول اللہ ﷺ کی تعلیمات کا عکس جس شخص پر جتنا زیادہ ہوگا وہ اتنا ہی محبّ اور عاشق ہوگا۔ آپ ﷺ کا ارشاد گرامی ہے جس نے میری سنت کو زندہ کیا، اس نے مجھ سے محبت کی اور جس نے مجھ سے محبت کی وہ جنت میں داخل ہوا۔

سنت کی اہمیت:

رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

من ضیع سنتی حرمت علیه شفاعتی

”جس نے میری سنت کو چھوڑا، اس کے لئے میری شفاعت حرام ہوئی“۔

حضرت عرباض بن ساریہ ؓ فرماتے ہیں کہ حضور ﷺ نے ایک مرتبہ ہمارے ساتھ نماز پڑھی اور ایسا بلیغ وعظ فرمایا کہ آنکھوں سے آنسو رواں ہوگئے اور دل ڈر سے کانپنے لگے۔ ایک شخص کہنے لگا یا رسول اللہ ﷺ شاید یہ آخری اور الوداعی وعظ ہے کچھ وصیت فرما دیں۔ آپ ارشاد فرمانے لگے، میں تم پر سمع اور اطاعت کو لازم کرتا ہوں اگرچہ وہ حبشی غلام ہی کی ہو۔ میرے بعد رہنے والا بہت سے اختلاف دیکھے گا، لہٰذا اس پر میری سنت اور میرے خلفائے راشدین کا طریقہ لازم ہے۔ اسے چاہئے کہ اسے مضبوط پکڑے اور نئی چیزوں سے بچے، اس لئے کہ ہر نئی چیز بدعت ہے اور ہر بدعت گمراہی ہے۔ (ترمذی شریف)

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

لا یومن احدکم حتی یکون هواہ تبعًا لما جئت به (مشکوٰۃ)

”تم میں سے کوئی اس وقت تک مومن نہیں ہوسکتا جب تک کہ وہ میرے لائے

ہوئے (دین) کا تابع نہ ہوجائے"۔

حضرت ابوہریرہ ﷜ فرماتے ہیں کہ حضور ﷺ نے ارشادفرمایا:

من تمسك بسنتي عند فساد امتي فله اجر مائة شهيد

"جس نے فساد کے دور میں میری ایک بھی سنت کو زندہ کیا، اس کے لئے سو شہید کا ثواب ہے"۔

حضرت ابوسعید خدری ﷜ فرماتے ہیں کہ حضور ﷺ کا ارشاد گرامی ہے کہ حلال کھانے والا، سنت پر عمل کرنے والا اور وہ شخص جس کے فتنوں سے لوگ محفوظ ہوں، وہ جنت میں داخل کیا جائے گا۔

امام مالک نے موطا میں حضرت انس ﷜ سے ایک روایت نقل کی جس میں آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ میں نے تم میں دو چیزیں چھوڑی ہیں جب تک تم انہیں تھامے رہو گے گمراہ نہیں ہو گے۔ ایک اللہ کی کتاب اور دوسری رسول اللہ ﷺ کی سنت۔

ایک روایت میں ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشادفرمایا:

کل امتي يدخلون الجنة الامن ابى قالوا من ابى يا رسول الله ﷺ قال من اطاعني دخل الجنة ومن عصاني فقد ابىٰ كل عمل ليس على سنتي فهو معصية

"میرے سارے امتی جنت میں داخل ہوں گے، بجز انکار کرنے والوں کے صحابہ نے عرض کی یارسول اللہ ﷺ! انکار کس نے کیا؟ آپ ﷺ نے فرمایا جس نے میری اطاعت کی وہ جنت میں داخل ہوگا اور جس نے نافرمانی کی گویا اس نے انکار کیا، ہر وہ کام جو میری سنت پر نہ ہو وہ معصیت ہے"۔ (مشکوٰۃ)

یہ رسول اللہ ﷺ کی سنت کی اہمیت ہی تھی کہ صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین نے آپ ﷺ کی ایک ایک ادا کو اپنے عمل اور علم میں محفوظ کرلیا، حقیقت یہ ہے کہ رسول اللہ ﷺ کے رفقاء آپ سے اتم درجہ محبت رکھتے تھے اور یہ فیض محبت ہی تھا کہ صحابہ کرام اجتماعی اور قانونی، انفرادی اور

ذاتی، سبھی معاملات میں حضور ﷺ کی سنتوں پر کاربند نظر آتے ہیں۔

ایک دفعہ قرہ بن ایاس رضی اللہ عنہ نے حضور ﷺ کو دیکھا کہ آپ ﷺ کے کرتہ کا تکمہ کھلا ہوا تھا۔ جب یہ بات آپ رضی اللہ عنہ نے اپنے بیٹے سے بیان کی تو حضرت عروہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ اس کے بعد انہوں نے کبھی کرتہ کی گھنڈی نہ باندھی۔ آپ کا یہ فعل رسول اللہ ﷺ کے عشق اور اتباع میں ڈوب جانے کا نتیجہ تھا۔

شراب کی ممانعت کا حکم جس وقت نازل ہوا تو لوگوں کو حضور ﷺ کی اطاعت واتباع کا اتنا شغف تھا کہ وہ لوگ جو جام زیرلب کئے ہوئے تھے، انہوں نے وہیں سے جام توڑے اور جو کچھ منہ میں تھا تھوک دیا۔

ایک غزوہ کے موقع پر صحابہ نے حضور ﷺ سے اس محبت کا اظہار یوں کیا کہ یا رسول اللہ ﷺ اگر آپ ہمیں سمندر میں بھی چھلانگ لگانے کا حکم صادر فرمادیں تو ہم اس سے دریغ نہیں کریں گے۔

سنن ابی داؤد میں ہے کہ حضرت عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ کے بیٹے حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ نے ایک سفر میں کسی حلقے سے رنگ والی چادر اوڑھ لی۔ حضور ﷺ نے فقط اتنا پوچھا یہ کیا اوڑھ رکھا ہے؟ حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ خود فرماتے ہیں جب مجھے حضور ﷺ کی ناگواری کا علم ہوا تو میں نے چادر جلادی۔

ایک صحابی ہیں، انہوں نے اپنے مکان پر قبہ بنالیا۔ جب انہیں پتہ چلا کہ رسول اللہ ﷺ کو یہ پسند نہیں ہے تو آپ نے اسے مسمار کردیا۔

حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کا حجر اسود سے یہ کہنا کہ میں تجھے صرف اس لئے چومتا ہوں کہ رسول اللہ ﷺ نے تجھے چوما ہے، عقیدۂ اتباع کا ایک روشن مینار ہے۔

حضرت عبداللہ بن مغفل رضی اللہ عنہ نے اپنے ایک نوعمر بھتیجے کو دیکھا کہ وہ انگوٹھے پر کنکر رکھ کر (حذف) کھیل رہا ہے۔ آپ نے بھتیجے کو سمجھاتے ہوئے حضور ﷺ کا فرمان سنایا کہ اس طرح

چھینکنے سے شکار تو نہیں ہو سکتا، البتہ نقصان ہو سکتا ہے یعنی آنکھ پھوٹ جائے یا دانت ٹوٹ جائے۔

حضرت علی المرتضیٰ کرم اللہ وجہہ الکریم نے ایک دفعہ وضو کا طریقہ کسی کو سکھایا اور پھر سواری پر برابر ہوتے ہوئے، مسکرا دیئے مسکرانے کی وجہ پوچھی گئی تو آپ نے فرمایا کہ رسول اللہ ﷺ نے ایسے ہی کیا تھا۔

حضرت وائل رضی اللہ عنہ ایک مرتبہ حضور ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے تو بال کچھ بڑھے ہوئے تھے۔ رسول اللہ ﷺ نے ناپسندیدگی کا اظہار فرماتے ہوئے صرف "ذباب ذباب" فرمایا، حضرت وائل رضی اللہ عنہ سمجھ گئے اور فوراً بال کٹوا دیئے۔

رسول اللہ ﷺ کی اطاعت واتباع کے واقعات صحابہ کے علاوہ بزرگانِ دین کے بارے میں بھی معروف ہیں جنہیں طوالت کے خوف سے حذف کر کے صرف ایک دو باتوں پر اکتفا کیا جاتا ہے۔

حضرت بایزید بسطامی کے سامنے جس وقت خربوزہ پیش کیا گیا تو آپ نے صرف یہ کہہ کر نہ کھایا کہ مجھے معلوم نہیں میرے مطلوب رسول اللہ ﷺ نے کس طرح تناول فرمایا تھا۔

حضرت اویس قرنی رضی اللہ عنہ کے دانت توڑنے کا واقعہ تو شہرہ آفاق ہے۔

ایک بزرگ کا قول پڑھا، وہ فرماتے ہیں بایزید بسطامی کو خربوزہ کھا لینا چاہئے تھا، اس لئے کہ خربوزہ کھانا تو بہر حال سنت ہے جس پر عمل ہو جانا چاہئے۔ یہ بزرگوں کی اپنی اپنی نیت ہے، اصل مقصود حضور ﷺ کی محبت وعشق اور اتباع واطاعت ہے۔

☆☆☆☆☆

خدا کے محبوب لوگ

ایسی طلب اور جستجو، محبت اور عشق جس کا سفر پیکرِ رنگ وشکل کی طرف ہو، مایوسی اس کا مقدر ہوتی ہے، قنوطیت اس کا لازمہ ٹھہرتی ہے۔ طالب محبوب کی بے رخی کا شاکی ہوتا ہے بلکہ اتمام شہوت وخواہش کے بعد مجازی محبت کے محلات مسمار ہو کر رہ جاتے ہیں، یہی وجہ ہے کہ بعض بزرگوں نے تو ایسی چاہت وسعی کو محبت وعشق کا نام دینے سے بھی گریز کیا۔

عشق نبود ایں کہ در مردم بود

ایں فسادِ خوردنِ گندم بود

اس کے مقابلہ میں وہ لوگ جن کو دیدۂ تر کی بے خوابیاں خدا کے جمال ازلی کی محبت میں بے چین رکھتی ہیں۔ ایسے لوگ ''لا الٰہ'' کا سبق کچھ اس انداز میں سینے میں بٹھا لیتے ہیں کہ انہیں سوائے خدا کے اور کوئی نظر ہی نہیں آتا۔ مایوسی ان کے قریب بھی نہیں پھٹکتی۔ ان کا محبوب آگے بڑھ کر ان کو گلے سے لگاتا ہے، انہیں چاہتا ہے، ان سے محبت کرتا ہے۔

یہی وہ مقام ہے جس کی طرف قرآن حکیم نے ان الفاظ کے ساتھ اشارہ کیا:

يُحِبُّهُمْ وَيُحِبُّونَهٗ (المائدہ: ۵۴)

''وہ اُن سے محبت فرمائے گا اور وہ اس سے محبت کریں گے''۔

اب رہا یہ سوال کہ خدا کی محبت کیسے ملتی ہے؟ تو اس سوال کے جواب میں لغت محبت کے مطابق تو یہی کہا جا سکتا ہے کہ اسے چاہو تو وہ چاہے گا اور اس اصول کے مطابق کہ، کہتے ہیں کہ جسے چاہتے ہو، وہ جسے چاہتا ہے اسے چاہنے لگ جا، وہ تمہیں چاہنے لگ جائے گا۔ آقا حضور ﷺ کو چاہو ان سے محبت کرو، خدا تمہیں چاہنے لگے گا۔

اس ٹھوس اور مضبوط اصول کے بعد قرآن حکیم نے مختلف مقامات پر کچھ ایسی صفات بھی

گئی ہیں جن کے پیدا ہونے پر اللہ تعالیٰ کی محبت حاصل کی جا سکتی ہے۔

احسان:

ارشادِ باری ہے:

وَاَحْسِنُوْا ۚ اِنَّ اللّٰهَ يُحِبُّ الْمُحْسِنِيْنَ (البقرہ:۱۹۵)

"اور نیکی کرتے رہو بے شک اللہ محبت اُن ہی لوگوں سے کرتا ہے جو نیکی کرنے والے ہوتے ہیں"۔

انصاف:

وَاِنْ حَكَمْتَ فَاحْكُمْ بَيْنَهُمْ بِالْقِسْطِ ۭ اِنَّ اللّٰهَ يُحِبُّ الْمُقْسِطِيْنَ (المائدہ:۴۲)

"اور اگر ان میں فیصلہ فرمایا تو فیصلہ انصاف سے فرمایئے، بے شک اللہ انصاف کرنے والوں سے محبت فرماتا ہے"۔

نوٹ: "قسط" کا معنیٰ انصاف سے کرنا، اگرچہ عربی مفہوم کو پوری طرح ادا نہیں کرتا ہے۔ لیکن وضاحت کے لئے ضروری تھا کہ یہ اسلوب اختیار کیا جاتا۔

توبہ:

اللہ تعالیٰ کا ارشادِ گرامی ہے:

اِنَّ اللّٰهَ يُحِبُّ التَّوَّابِيْنَ (البقرہ:۲۲۲)

"بے شک اللہ بہت توبہ کرنے والوں کو محبوب بنا لیتا ہے"۔

تقویٰ:

بَلٰى مَنْ اَوْفٰى بِعَهْدِهٖ وَاتَّقٰى فَاِنَّ اللّٰهَ يُحِبُّ الْمُتَّقِيْنَ (آل عمران:۷۶)

"ہاں جس نے اپنے عہد کی پاسداری کی اور تقویٰ کیا تو بے شک اللہ تقویٰ داروں سے محبت رکھتا ہے"۔

نوٹ: تقویٰ فضائل سے آراستہ ہونے اور رذائل سے بچنے کا نام ہے۔ تفصیل کے لئے

فقیر کی کتاب ''حقیقت تقویٰ'' ملاحظہ ہو۔

توکل:

اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا:

فَإِذَا عَزَمْتَ فَتَوَكَّلْ عَلَى اللّٰهِ ۚ إِنَّ اللّٰهَ يُحِبُّ الْمُتَوَكِّلِينَ (آل عمران:۱۵۹)

''جب کسی بات کا پختہ ارادہ کرلیں تو اللہ پر ہی توکل رکھیں بے شک توکل کرنے والوں سے اللہ محبت کرتا ہے''۔

طہارت:

ارشاد باری ہے:

فِيهِ رِجَالٌ يُحِبُّونَ أَنْ يَتَطَهَّرُوا ۚ وَاللّٰهُ يُحِبُّ الْمُطَّهِّرِينَ (التوبہ:۱۰۸)

''جس میں وہ عظیم لوگ ہیں جنہیں صاف ستھرا رہنے سے بڑا پیار ہے اور اللہ بھی پاکیزہ لوگوں ہی سے محبت فرماتا ہے''۔

غصہ پینے والے:

وَالْكَاظِمِينَ الْغَيْظَ وَالْعَافِينَ عَنِ النَّاسِ ۗ وَاللّٰهُ يُحِبُّ الْمُحْسِنِينَ

''غصہ کو پی جانے والے اور لوگوں سے درگزر کرنے والے ہوتے ہیں اور اللہ احسان کرنے والوں سے محبت کرتا ہے''۔ (آل عمران:۱۳۴)

جہاد:

إِنَّ اللّٰهَ يُحِبُّ الَّذِينَ يُقَاتِلُونَ فِي سَبِيلِهِ (الصف:۴)

''بے شک اللہ تعالیٰ اُن لوگوں سے محبت کرتا ہے جو اس کی راہ میں لڑتے ہیں''۔

صبر:

اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا:

وَاللّٰهُ يُحِبُّ الصَّابِرِينَ (آل عمران:۱۴۶)

”اور اللہ صبر کرنے والوں سے پیار کرتا ہے“۔

خدا کو جن سے پیار نہیں:

قرآن مجید میں جس طرح خدا کا محبوب بنا دینے والی صفات کا ذکر ہوا، اسی طرح وہ باتیں بھی بتا دی گئیں جو اللہ تعالیٰ کے ہاں مبغوض ہیں اور وہ لوگ جو مؤخر الذکر چیزوں کو اپنی عادت بنا لیتے ہیں وہ اللہ تعالیٰ کے ناپسندیدہ لوگ ہوتے ہیں۔

زیادتی:

اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا:

وَلَا تَعْتَدُوْا ۭ اِنَّ اللّٰهَ لَا يُحِبُّ الْمُعْتَدِيْنَ (البقرہ:۱۹۰)

”اور زیادتی نہ کرو، بے شک اللہ زیادتی کرنے والوں کو پسند نہیں کرتا“۔

فساد:

وَاللّٰهُ لَا يُحِبُّ الْفَسَادَ (البقرہ:۲۰۵)

”اور اللہ فساد کو پسند نہیں کرتا“۔

کفر:

فَاِنَّ اللّٰهَ لَا يُحِبُّ الْكٰفِرِيْنَ (آل عمران:۳۲)

”تو بے شک اللہ کفر کرنے والوں کو پسند نہیں کرتا“۔

ظلم:

وَاللّٰهُ لَا يُحِبُّ الظّٰلِمِيْنَ (آل عمران:۱۴۰)

”اور اللہ ظالموں کو پسند نہیں کرتا“۔

خیانت:

اِنَّ اللّٰهَ لَا يُحِبُّ مَنْ كَانَ خَوَّانًا اَثِيْمًا (النساء:۱۰۷)

”بے شک اللہ خیانت کرنے والوں معصیت کاروں کو پسند نہیں فرماتا“۔

اسراف:

وَلَا تُسْرِفُوْا ؕ اِنَّهٗ لَا يُحِبُّ الْمُسْرِفِيْنَ (الانعام:۱۴۱)

”اور اسراف نہ کرو بے شک وہ حد سے بڑھنے والوں کو پسند نہیں کرتا“۔

بڑائی چاہنا:

لَا جَرَمَ اَنَّ اللّٰهَ يَعْلَمُ مَا يُسِرُّوْنَ وَ مَا يُعْلِنُوْنَ ؕ اِنَّهٗ لَا يُحِبُّ الْمُسْتَكْبِرِيْنَ (النحل:۲۳)

”یہ پختہ بات ہے اس میں شک ہی نہیں کہ اللہ ہر اُس چیز کو جانتا ہے جسے وہ صیغہ راز میں رکھتے ہیں اور اسے بھی جو وہ ظاہر کرتے ہیں بے شک وہ بڑائی چاہنے والوں کو پسند نہیں کرتا“۔

اترانا:

اِذْ قَالَ لَهٗ قَوْمُهٗ لَا تَفْرَحْ اِنَّ اللّٰهَ لَا يُحِبُّ الْفَرِحِيْنَ (القصص:۷۶)

”جب اُس کی قوم نے اُسے کہا خوشیوں میں شوخا نہ ہو بلاشبہ اللہ تعالیٰ اترانے والوں عیش کوش انسانوں کو پسند نہیں کرتا“۔

دوسرے مقام پر ارشاد فرمایا:

وَلَا تُصَعِّرْ خَدَّكَ لِلنَّاسِ وَلَا تَمْشِ فِي الْاَرْضِ مَرَحًا ؕ اِنَّ اللّٰهَ لَا يُحِبُّ كُلَّ مُخْتَالٍ فَخُوْرٍ (لقمن:۱۸)

”اور لوگوں سے بے اعتنائی کے ساتھ منہ نہ پھیرو اور غرور کے ساتھ زمین پر نہ چلو بے شک اللہ تعالیٰ کسی تکبر کرنے والے مغرور کو پسند نہیں فرماتا“۔

سورہ الحدید میں ارشاد فرمایا:

وَلَا تَفْرَحُوْا بِمَآ اٰتٰىكُمْ ؕ وَاللّٰهُ لَا يُحِبُّ كُلَّ مُخْتَالٍ فَخُوْرٍ (الحدید:۲۳)

’اور مفاخرانہ خوشی نہ مناؤ اس پر جو اُس نے تمہیں دیا ہے اور اللہ کسی تکبر کرنے

والے فاخر کو پسند نہیں کرتا"۔

بُرائی کرنا:

ارشاد باری ہے:

لَا یُحِبُّ اللّٰهُ الْجَهْرَ بِالسُّوْٓءِ مِنَ الْقَوْلِ اِلَّا مَنْ ظُلِمَ ؕ (النساء:۱۴۸)

"اللہ بُری باتوں کا زبان پر لانا پسند نہیں کرتا البتہ مظلوم جیسا بھی ہو اللہ کی محبت میں ہے"۔

غیبت:

وَلَا یَغْتَبْ بَّعْضُكُمْ بَعْضًا ؕ اَیُحِبُّ اَحَدُكُمْ اَنْ یَّاْكُلَ لَحْمَ اَخِیْهِ مَیْتًا فَكَرِهْتُمُوْهُ ؕ (الحجرات:۱۲)

"اور نہ کرو ایک دوسرے کی غیبت کیا تم میں سے کوئی پسند کرتا ہے کہ اپنے مرے ہوئے بھائی کا گوشت کھائے اسے تو تم مکروہ سمجھتے ہو"۔

نوٹ: کسی کی عدم موجودگی میں اس کا یا اس کی کسی چیز کا اس انداز سے ذکر کرنا کہ وہ اسے ناپسند ہو غیبت کہلاتی ہے۔

☆☆☆☆☆

محبت۔۔۔۔۔محبت کا معیار

بڑی مشہور بات ہے کہ دوست کا دوست، دوست اور اس کا دشمن، دشمن ہوتا ہے۔ مومن کا سینہ جب حُبّ خدا اور عشقِ مصطفےٰ ﷺ سے سرشار ہو جاتا ہے تو اس کی چاہتوں اور تعلقات کا معیار صرف اللہ اور اس کا رسول ﷺ ہی ہوتے ہیں۔ وہ محبت بھی خدا ہی کے لئے کرتا ہے اور اگر اس کی دشمنی کسی سے ہوتی ہے تو وہ بھی خدا ہی کے لئے ہوتی ہے۔ مومنوں کے اس باہمی تعلق کی طرف قرآن حکیم نے " رحمآء بینھم " سے اشارہ فرمایا:

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

من سرہ ان یجد حلاوۃ الایمان فلیحب المرء لا یحبہ الا للہ۔

(رواہ الحاکم)

" جو آدمی ایمان کی حلاوت پانا پسند کرتا ہو تو اسے چاہئے کہ وہ لوگوں سے اللہ کے لئے محبت کرے"۔

حضرت ابو درداء رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حضور ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ قیامت کے دن جب لوگ اٹھائے جائیں گے تو کچھ لوگ موتیوں کے منبر پر نورانی چہروں کے ساتھ جلوہ افروز ہوں گے، لوگ انہیں دیکھ کر رشک کریں گے حالانکہ وہ انبیاء یا شہید نہیں ہوں گے۔

رسول اللہ ﷺ کی یہ بات سن کر ایک اعرابی گھٹنوں کے بل بیٹھ کر حضور ﷺ سے عرض کرنے لگا: یارسول اللہ ﷺ ان لوگوں کی صفات بیان فرمائیں تا کہ ہم بھی انہیں پہچان لیں۔ حضور ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ وہ ایسے لوگ ہوں گے جو ہوتے تو مختلف قبیلوں سے ہیں لیکن اللہ کے لئے ایک دوسرے سے محبت کرتے ہیں، اسی طرح تعلق ان کا مختلف شہروں سے ہوتا ہے لیکن جمع وہ اللہ کے ذکر کی خاطر ہوتے ہیں۔ (طبرانی)

حضرت ابوذرؓ کی روایت ہے کہ حضور ﷺ نے ارشاد فرمایا:

افضل الاعمال الحب فی اللہ والبغض فی اللہ (ابوداؤد)

"سب سے افضل عمل اللہ کے لئے محبت اور اللہ کے لئے (کسی سے) بغض ہے"

ابن حبان کی روایت ہے کہ حضور ﷺ نے ارشاد فرمایا، تیرا ہم نشیں مومن ہی ہونا چاہئے اور تیرا کھانا بھی متقی ہی کو کھانا چاہئے۔

حضرت علی المرتضیٰؓ فرماتے ہیں کہ حضور ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ کوئی شخص جس سے محبت کرے گا قیامت کے دن اسی کے ساتھ اٹھایا جائے گا۔ (معنی یہ کہ محبت اہل اللہ ہی سے کرنی چاہئے) (رواہ الطبرانی فی الصغیر)

حضرت ابوامامہؓ نے ایک روایت کی کہ حضور ﷺ نے ارشاد فرمایا:

من احب للہ وابغض للہ واعطی للہ ومنع للہ فقد استکمل الایمان۔ (مشکوٰۃ المصابیح)

"ایسا شخص جس نے اللہ کی خاطر محبت رکھی اور اسی کی خاطر بغض کیا، اللہ ہی کے لئے دیا اور اسی کی خاطر کسی سے کچھ منع رکھا تو اس نے اپنا ایمان مکمل کر لیا۔"

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما فرماتے ہیں کہ حضور ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ جس نے اللہ کے لئے کسی سے محبت کی اور اسے کہا "انی احبک فی اللہ" "میں تجھ سے اللہ کی خاطر محبت کرتا ہوں، تو خداوند کریم دونوں کو جنت میں داخل فرما دے گا البتہ محبت کرنے والا شخص دوسرے کی نسبت زیادہ اعلیٰ اور ارفع منزل پائے گا۔

طبرانی کی ایک مرفوع حدیث ہے جو حضرت ابودرداءؓ سے روایت کی گئی ہے کہ وہ دو شخص جو ایک دوسرے سے اللہ کے لئے محبت رکھتے ہیں باوجود یہ کہ آپس میں ملتے ہیں، اللہ ان سے اس محبت سے زیادہ محبت رکھتا ہے جو انہیں آپس میں ہوتی ہے۔ (الترغیب والترہیب)

ایک حدیث شریف میں ہے کہ قیامت کے دن جب کوئی سایہ نہ ہوگا تو خداوند کریم ان

لوگوں کو جو اسی کی خاطر ایک دوسرے سے محبت کریں گے، اپنی طرف سے سایہ عطا فرمائے گا۔ (بخاری)

حضرت شرحبیل ﷺ نے ایک دن حضرت عمرو ﷺ سے پوچھا، مجھے حضور ﷺ کی کوئی ایسی حدیث سناؤ جس میں نہ تو نسیان ہو اور نہ ہی اس میں کذب اور جھوٹ کی آمیزش ہو، آپ فرمانے لگے: میں نے حضور ﷺ سے سنا کہ آپ ارشاد فرما رہے تھے کہ اللہ کا یہ فرمان ہے کہ:

"ان لوگوں کے لئے میری محبت لازم ہوئی جو میری خاطر ایک دوسرے سے محبت رکھتے ہیں اور میری ہی خاطر ایک دوسرے کی زیارت کرتے ہیں۔" (الحدیث)

خود حضور ﷺ یہ دعا فرمایا کرتے کہ اے اللہ! مجھے ان لوگوں کی محبت عطا کر جو تجھ سے محبت رکھتے ہیں۔

نسبتوں کی محبت:

محبت کا دستور یہ ہے کہ جس سے کسی کو محبت ہوتی ہے اس سے منسوب سبھی چیزیں اسے پیاری ہوتی ہیں۔

امر علی الدیار دیار لیلی
اقبل ذاالجدار وذا الجدارا
وما حب الدیار شغفن قلبی
ولکن حب من سکن الدیارا

جب میں لیلیٰ کے شہر سے گزرتا ہوں تو دیوار دیوار سے محبت کرتا ہوں، دل کو اصل میں شہر کی محبت نے فریفتہ نہیں کیا بلکہ یہ لگن وہاں کے رہنے والوں کی وجہ سے ہے۔

وہ لوگ جن کے دل اللہ کی محبت اور حضور ﷺ کے عشق کے لئے خاص ہو گئے ہوں، ان کی نظر میں مکہ کا شہر حسن وسرور ہو یا مدینہ کا گلستان پر بہار یا حرم پاک کے متبرک سنگ وحجر ہوں یا شہر رسول ﷺ کے ذرات خورشید نظر، ہر وہ چیز جس کی نسبت اللہ سے اور اس کے رسول ﷺ سے ہو، محبوب ہے۔

صفا و مروہ کی سعی، حجرِ اسود کے بوسے، کعبۃ اللہ کا طواف، رکن یمانی کا لمس، مدینہ کا سفر،

جالیوں کا چومنا، ریاض الجنہ کے نفل محبوب کو راضی اور خوش رکھنے ہی کے طریقے ہیں۔

حقیقت میں دیکھا جائے تو یہ سب کچھ تسکینِ دل کا ذاتی اہتمام نہیں اور نہ ہی جذبِ درون سے خود ساختہ طریقے ہیں، بلکہ اللہ اور اس کے رسول ﷺ نے ہر اس چیز سے محبت کرنے کا ارشاد فرمایا جس کا تعلق ان کے ساتھ ہو۔

قُلْ لَّآ اَسْئَلُكُمْ عَلَيْهِ اَجْرًا اِلَّا الْمَوَدَّةَ فِى الْقُرْبٰى ؕ (الشوریٰ:۲۳)

''فرمادو! میں اس پر تم سے کوئی اجر نہیں مانگتا الا یہ کہ دوستی اور محبت رکھو میرے قرابت داروں کی''۔

حضور ﷺ کا ارشاد گرامی ہے:

قل لا اسئلکم علیہ اجر الا المودۃ فی القربی

حضور ﷺ کا ارشاد گرامی ہے کہ:

''قیامت میں چار آدمیوں کی شفاعت کروں گا، اگرچہ وہ دنیا بھر کے گناہ لے کر آئیں، میری اولاد کی عزت کرنے والا، ان کی حاجتیں پوری کرنے والا، ان کے معاملات کی تکمیل کے لئے سعی کرنے والا اور دل اور زبان سے ان سے محبت کرنے والا''۔ (صواعق محرقہ)

ایک حدیث شریف میں حضور ﷺ نے ارشاد فرمایا:

احبونی لحب اللہ واحبوا اھل بیتی لحبی (ترمذی)

''خدا کی محبت کی بناء پر مجھ سے محبت کرو اور میری محبت کی خاطر میرے اہل بیت سے محبت کرو''۔

بیہقی کی روایت ہے کہ حضور ﷺ نے ایک مرتبہ ارشاد فرمایا:

والذی نفسی بیدہ لایؤمن عبد لی حتی یحبنی ولا یحبنی حتی یحب ذوی قرابتی

"قسم ہے اس ذات کی جس کے قبضۂ قدرت میں میری جان ہے کہ میری محبت کے بغیر کوئی شخص مومن نہیں ہوسکتا اور مجھ سے کوئی محبت نہیں کرسکتا یہاں تک کہ میرے رشتہ داروں سے محبت کرے"۔

اسی ضرورتِ محبت کی طرف امام شافعی نے یوں ارشاد فرمایا:

یا اھل بیت رسول اللہ حبکم

فرض من اللہ فی القرآن انزلہ

"اے حضور ﷺ کے اہل خانہ! تمہاری محبت قرآن مجید کے حکم کے مطابق اللہ تعالیٰ کی طرف سے لازم ہے"۔

حضور ﷺ کے اہل بیت اطہار کے علاوہ آپ کے اصحاب سے محبت کرنا بھی لازم ہے۔

ترمذی شریف کی حدیث کے مطابق حضور ﷺ نے صحابہ کی محبت کو اپنی محبت قرار دیا اور ان سے بغض کو اپنے ساتھ بغض قرار دیا۔ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ اگر کسی کو دیکھو کہ وہ میرے اصحاب کو برا بھلا کہہ رہا ہے تو کہو کہ اللہ تمہاری شر پر لعنت کرے۔

یہ نسبتی تعلق ہی ہے کہ حضور ﷺ نے عرب اور عام عربوں سے بھی محبت کرنے کا ارشاد فرمادیا:

احبوا العرب لثلث لانی عربی والقرآن عربی وکلام اھل الجنۃ عربی (مشکوۃ)

"عرب سے تین وجوہات کی بنا پر محبت کرو اس لئے کہ میں عربی ہوں، قرآن عربی میں ہے اور اہلِ جنت کی زبان بھی عربی ہوگی"۔

یہ نسبت ہی کی محبت تھی کہ حضرت ابن عمر رسول اللہ ﷺ کے منبر مبارک پر ہاتھ رکھتے اور پھر چہرے پر مل لیتے۔ آپ ﷺ کے صحابہ آپ ﷺ کے بالوں اور ناخن مبارک کو سنبھالتے اور قبر میں ساتھ دفنانے کی وصیت بھی کردیتے۔

حقیقت یہ ہے کہ نسبتوں کی محبت کا دائرہ جب وسیع ہوتا ہے تو محب کو ہر چیز میں محبوب ہی کا

نور نظر آتا ہے۔ دنیا کی ہر چیز اسے جمالِ محبوب کی خبر دینے لگ جاتی ہے۔ طلب اور جستجو کا یہی وہ راستہ ہے اور فکر و تدبر کے یہی وہ دھارے ہیں جن پر کوئی وارفتگی کے ساتھ "لا موجود الا اللہ" کا نعرہ لگا دیتا ہے اور کوئی اس حقیقت کا اظہار "لا مطلوب الا اللہ" کی صورت میں کرتا ہے اور طالب کا وجود اس مقام پر آفتاب کی مثل ہو جاتا ہے کہ خود جلتا ہے اور دوسروں کو روشنی مہیا کرتا ہے، مومن کے لئے یہ مقام دعوت کا درجہ رکھتا ہے۔ اس کا ظاہر و باطن حُب خدا اور حُب مصطفےٰ ﷺ میں مستغرق ہوتا ہے تو خود جلتا ہے اور انسانیت اس سے فائدہ اٹھاتی ہے۔

محبت۔۔۔۔۔۔ جس میں رقابت نہیں:

رقابت محبت کے مزاج میں داخل ہے۔ محب اور عاشق ہرگز پسند نہیں کرتا کہ اس کا محبوب اپنی توجہ سے کسی اور کو نوازے یا اس سے ربط و نسبت رکھے، لیکن یہ صورت حال صرف عشقِ مجازی میں ہوتی ہے، چونکہ محبوب کا حسن یہ اہلیت نہیں رکھتا کہ وہ بیک وقت بہت سے چاہنے والوں کو اپنے فیضانِ نور و حسن سے مستفیض کر سکے اور اس کے ہمہ جہتی اور بھرپور صفات سے خالی ہونے کی وجہ سے اس کا طالب ہمیشہ تشنہ رہتا ہے اور طالب کی یہ تشنگی اپنے محبوب کو جب غیر سے آشنا دیکھتی ہے تو رقابت کا احساس اس میں بڑھنے لگ جاتا ہے۔ اس کے برعکس وہ لوگ جو خدا اور اس کے رسول ﷺ سے محبت کرتے ہیں ان کے سینے جذبۂ رقابت سے خالی ہوتے ہیں، بلکہ یہاں ہر چاہنے والا اپنے محبوب و مطلوب ہی کی وجہ سے ہر دوسرے چاہنے والے سے محبت کرتا ہے، اسے چاہتا ہے اور اسے اپنا ہم راز تصور کرتا ہے اور یادِ محبوب ہی کے حوالے سے کسی شخص سے دوستی کا ہاتھ بڑھاتا ہے۔

کتنی قومیتیں وجود میں آئیں دہر میں خشک وتر کے رشتے سے
ہم نے بنیادِ دوستی رکھی یادِ خیر البشر ﷺ کے رشتے سے

یہ سب کچھ اس لئے ہوتا ہے کہ محبوب سے جدائی کا احساس محب کو نہیں ہوتا اور وہ ہر وقت یہ سمجھنے سے قاصر نہیں ہوتا کہ اس کا محبوب اس کے ساتھ ہے، آنکھ خدا سے لگ جائے تو وہ محبت کی زبان میں چاہنے والوں سے ارشاد فرماتا ہے: نَحْنُ اَقْرَبُ اِلَيْهِ مِنْ حَبْلِ الْوَرِيْدِ (ق:١٦)

”ہم اُس کی رگ جان سے بھی زیادہ قریب ہیں“۔

اور بات رسول اللہ ﷺ سے محبت کی تو پھر بھی ارشاد ہے۔

اَلنَّبِيُّ اَوْلٰى بِالْمُؤْمِنِيْنَ مِنْ اَنْفُسِهِمْ (الاحزاب:۶)

”نبی معظم مومنوں سے ان کی جانوں سے بھی زیادہ قریب ہیں“۔

محبت اور سعی و عمل:

ایسی محبت جو محبوب کے منشور سے ہٹا دے، محبت نہیں دیوانگی ہے اور اسلام مجنون سازی اور دیوانہ آفرین کا قائل نہیں۔ ایسے پاک باز بندوں کی ضرورت ہے جن کے دلوں میں محض خدا اور اس کے رسول ﷺ کی محبت ہو اور وہ اپنے عزم اور ہمت سے رسولوں کے محبوب موضوع ”فلاح انسانیت“ کے لئے مرمٹنا جانتے ہوں۔

قرآن مجید میں ایک جگہ اللہ تعالیٰ نے صاف صاف فرمادیا کہ:

اگر تمہیں مال و ابناء اور ازواج و مساکن، خدا، رسول اللہ ﷺ اور ”جهاد فی سبیله“ سے زیادہ محبوب ہیں تو تمہیں اللہ کے حکم یعنی عذاب کے لئے تیار ہو جانا چاہئے۔

قُلْ اِنْ كَانَ اٰبَآؤُكُمْ وَاَبْنَآؤُكُمْ وَاِخْوَانُكُمْ وَاَزْوَاجُكُمْ وَعَشِيْرَتُكُمْ وَاَمْوَالُ اقْتَرَفْتُمُوْهَا وَتِجَارَةٌ تَخْشَوْنَ كَسَادَهَا وَمَسٰكِنُ تَرْضَوْنَهَآ اَحَبَّ اِلَيْكُمْ مِّنَ اللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ وَجِهَادٍ فِيْ سَبِيْلِهٖ فَتَرَبَّصُوْا حَتّٰى يَاْتِيَ اللّٰهُ بِاَمْرِهٖ ؕ وَاللّٰهُ لَا يَهْدِي الْقَوْمَ الْفٰسِقِيْنَ (التوبہ:۲۴)

”فرمادو اگر تمہارے باپ دادے اور تمہارے بیٹے اور تمہارے بھائی اور تمہارے جوڑے اور تمہارے کنبے اور تمہارے کمائے ہوئے مال اور تجارت جس میں نقصان سے تم ڈرتے ہو اور تمہاری مرغوب رہائشیں تمہیں زیادہ محبوب ہوں اللہ اور اس کے رسول اور راہ خدا میں جہاد سے تو ٹھہرو ذرا یہاں تک کہ اللہ اپنا حکم لے آئے اور اللہ فاسق قوم کو کبھی منزل یاب نہیں فرماتا“۔

آیت مذکورہ میں مومن کی محبت کا ایک تیسرا میدان بتایا گیا ہے کہ اسے اللہ کی راہ میں "جہاد" سے محبت ہوتی ہے۔ جہاد کیا ہے؟ اپنی قوتوں اور صلاحیتوں کو خدا کی راہ میں حق کی سر بلندی کے لئے وقف کر دینا اور دیکھا جائے تو خدا تعالیٰ نے ہمیں اس مقصد کے لئے خرید لیا ہے۔

اِنَّ اللّٰهَ اشْتَرٰى مِنَ الْمُؤْمِنِیْنَ اَنْفُسَهُمْ وَ اَمْوَالَهُمْ (التوبہ:۱۱۱)

"بے شک اللہ نے مومنوں سے ان کی جانیں اور مال خرید لیے ہیں"۔

محبت حقیقی اور مجازی کا یہی فرق ہے کہ ایک محبوب کے دھیان میں غرق کر کے نکما بناتی ہے اور دوسری جمالِ محبوب کا آئینہ دکھا کر گوشہ گیری نہیں بلکہ جہان گیری پر اکساتی ہے۔ یہی وہ مقام ہے جہاں مومن اس مرغ کی طرح نہیں رہتا جس کے لئے گرمیوں کے موسم میں دوپہر کے وقت سر اٹھانا بھی مشکل ہوتا ہو بلکہ وہ اپنے شب و روز اور لیل و نہار اپنے محبوب کی رضا اور خوشنودی کے لئے محنت و مشقت میں اس طرح کھپاتا ہے کہ منزل خود جھک کر اس کا استقبال کرتی ہے۔

قرآنی زبان میں اسے یوں کہا جاسکتا ہے:

وَالَّذِیْنَ جَاهَدُوْا فِیْنَا لَنَهْدِیَنَّهُمْ سُبُلَنَا (العنکبوت:۶۹)

"جن لوگوں نے ہمارے لیے مد مقابل قوتوں کے خلاف جہاد کیا تو ہم ضرور ان کے لئے اپنے قرب کی ہر راہ کھول دیں گے"۔

اور اقبال نے بھی "خدا بندے سے خود پوچھے بتا تیری رضا کیا ہے" کے الفاظ سے اسی معنوی حقیقت کی طرف اشارہ کیا ہے۔

وہ لوگ جو محنت و مشقت اور سعی و عمل سے بیگانہ ہو جائیں وہ خیر و فلاح کو پانے والے کبھی نہیں بن سکتے۔ فارسی کا محاورہ ہے "جوئندہ یابندہ"۔

اور ربِ قدوس نے فرمایا:

لَیْسَ لِلْاِنْسَانِ اِلَّا مَا سَعٰى (النجم:۳۹)

"انسان کے لیے نہیں ہے بجز اس کے کہ جو اس نے کوشش کی"۔

مسلمان کے ہاں محبت کا یہی وہ آتشیں مفہوم ہے، جہاں زمانہ نو کی نازکیوں اور مستیوں کے پر جلتے ہیں۔ بندۂ خدا اور گرفتارِ حبِ رسول اللہ ﷺ زندگی کے صحرا میں خاک چھانتا ہے لیکن سسکتی انسانیت اور مظلوم آدمیت کے لئے بہاروں کا اہتمام کرتا ہے۔

حب خدا اور حب رسول ﷺ کا ہرگز یہ معنی نہیں کہ ہماری ذہنیتیں بازاری ہو جائیں اور ہماری ارواح کا قبلہ زر و دینار ہو کر رہ جائے۔ کھوکھلے نعرے تو ہماری زندگی میں ہوں لیکن حالات کی زلزلہ سامانیوں کا مقابلہ نہ ہو سکے۔

ایک بار محبت اور مشقت، محنت اور جہد، تلاش اور جستجو کا سفر ہمیں شروع کرنا ہوگا۔ ہماری ملی اور دینی زندگی کی بساط پر پڑے ہوئے چاک اس اہتمام کے بغیر رفو نہیں کیے جا سکتے۔

ارشاد رب قدوس ہے:

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا اصْبِرُوا وَصَابِرُوا وَرَابِطُوا وَاتَّقُوا اللَّهَ لَعَلَّكُمْ تُفْلِحُونَ (آل عمران: ۲۰۰)

"اے ایمان والو! صبر کرو اور مقابلہ میں ثابت قدم رہو اور حفاظت دین کے لیے مستعد رہو اور اللہ سے ڈرتے رہو تاکہ تم کامیاب ہو"۔

اقبال نے فرمایا:

ہم تو مائل بہ کرم ہیں کوئی سائل ہی نہیں
راہ دکھلائیں کسے، رہروِ منزل ہی نہیں
تربیت عام تو ہے جوہر قابل ہی نہیں
جس سے تعمیر ہو آدم کی یہ وہ گِل ہی نہیں
کوئی قابل ہو تو ہم شانِ کئی دیتے ہیں
ڈھونڈنے والوں کو دنیا بھی نئی دیتے ہیں

☆☆☆☆☆

عشق کی عطائیں

نورِ خدا کے متلاشی اور فیضانِ نبی کے طالب کو بارگاہِ رب سے جو عظیم ترین عطیہ ملتا ہے، وہ خودی یا طبع بے نیاز ہے۔ خدا کا چاہنے والا کائنات سے روٹھتا ہے اور اپنے عشق کے شعلہ نار سے جہاں کو خس و خاشاک سمجھتے ہوئے جلا کر رکھ دیتا ہے۔ وہ الا اللہ کی منزل کے لئے صباح و مسا ''لا الہ'' کا ورد کر کے دنیا کی ایک ایک چیز پر نظر حقارت ڈالتا ہے۔ یہی وہ مقام ہے جہاں اس کا دوست، مطلوب اور مقصود اسے قرب کا وہ درجہ عطا کرتا ہے، جہاں وہ خود محوِ تکلم نہیں ہوتا بلکہ دوست ہی کہتا ہے۔

کنت سمعہ الذی یسمع بہ وبصرہ الذی یبصر بہ ویدہ التی یبطش بھا ورجلہ التی یمشی بھا۔ (بخاری)

اور مشکوٰۃ نے اس پر اضافہ کیا:

وفؤادہ الذی یعقل بہ ولسانہ الذی یتکلم بہ۔

''میں اس کا کان بن جاتا ہوں جس سے وہ سنتا ہے اور اس کی وہ آنکھ بن جاتا ہوں جس سے وہ دیکھتا ہے، اس کے ہاتھ بن جاتا ہوں جس سے وہ پکڑتا ہے، اس کے قدم ہوتا ہوں جن سے وہ چلتا ہے''۔

لوہا آگ میں پڑ جانے سے سرخ ہو جائے تو آگ نہیں ہوتا بلکہ ٹھنڈا ہونے پر پھر لوہا ہی رہتا ہے تو انسان اس مقام قرب پر خدا تو نہیں ہوتا اور نہ ہی اس کا تصور کیا جا سکتا ہے لیکن وصل کی یہی وہ مبارک لطافتیں ہیں، جہاں عشاق انا الحق یا لیس فی جبتی سوی اللہ کے نعرے لگا دیتے ہیں اور یہی وہ مرتبہ خودی یا بے نیازی ہے جہاں مومن اپنی گدڑی جھاڑ کر دنیا و ما فیہا کو الگ پھینک دیتا ہے لیکن کائنات دھول بن کر اس کے قدم چومنے کے لئے بے تاب

بن جاتی ہے۔

زمانہ عقل کو سمجھا ہوا ہے مشعلِ راہ
کسے خبر کہ جنوں بھی ہے صاحبِ ادراک
جہاں تمام ہے میراث، مردِ مومن کی
میرے کلام پہ حجت ہے نکتہ لولاک

اہلِ محبت کے ہاں حدتِ حُب جب بڑھتی ہے اور شدتِ عشق میں جب اضافہ ہوتا ہے تو بے اختیار زبان پر محبوب کا نام بار بار آنے لگ جاتا ہے اور یہ بے تاب صدائیں اور بے چین کلمات، تھرکتی تمنائیں اور تڑپتی آرزوئیں کوچہ محبوب کی طرف بڑھتی ہیں تو دوست تسلی دیتا ہے کبھی یوں کہ:

فَاذْكُرُونِيْٓ اَذْكُرْكُمْ (البقرہ:۱۵۲)

''تو خوب ذکر کرو میرا میں بھی تمہیں یاد رکھوں گا''۔

اور کبھی یوں کہ:

وَالَّذِيْنَ جَاهَدُوْا فِيْنَا لَنَهْدِيَنَّهُمْ سُبُلَنَا (العنکبوت:۶۹)

''اور جن لوگوں نے ہمارے لیے مدمقابل قوتوں کے خلاف جہاد کیا ہم ضرور ان کے لیے اپنے قُرب کی ہر راہ کھول دیں گے''۔

اور پھر یہی نہیں بلکہ دوست محبت کے ناتے یوں بھی فرمادیتا ہے۔

من عادیٰ لی ولیاً فقد اٰذنتہ بالحرب (الترغیب)

''جس نے میرے دوست سے عداوت رکھی تو میں اُسے جنگ کے لیے پکارتا ہوں''۔

دوست دوست سے اگر کچھ طلب کرے تو وہ یہ اعلان بھی فرمادیتا ہے:

لئن سألنی لا عطینہ

''اگر وہ مجھ سے مانگے تو میں ضرور عطا کروں گا''۔

نورِ خدا میں محبوبیت کی وہ تاثیر ہے کہ اگر اس کی جھلک طالب پر پڑ جائے تو وہ محبوبیت اور مطلوبیت کے آثار کا حامل بن جاتا ہے۔

بخاری شریف کی روایت ہے، حضرت ابو ہریرہ ﷺ ارشاد فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

ان اللہ اذا احب عبداً دعا جبرائیل فقال انی احب فلانا فاحبہ فیحبہ جبریل ثم ینادی فی اھل السماء فیقال ان اللہ یحب فلانا فاحبوہ فیحبہ اھل السماء ثم یوضع لہ القبول فی الارض

"جب اللہ تعالیٰ اپنے کسی بندے سے محبت کرتا ہے تو جبرائیل علیہ السلام کو بلا کر کہتا ہے کہ میں فلاں سے محبت کرتا ہوں تو بھی اسے چاہ، جبرائیل علیہ السلام اس سے محبت کرتے ہیں، پھر اہل سماء میں اعلان کرتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ کو فلاں شخص محبوب ہے، تم سب بھی اس سے محبت رکھو، پھر اس بندے کے لئے زمین میں ہر دلعزیزی پیدا کر دی جاتی ہے"۔

جہاں تک اخروی ثمرہ کا تعلق ہے تو اس کا اندازہ حضور ﷺ کی اس حدیث سے لگایا جا سکتا ہے کہ ایک اعرابی حضور ﷺ کی خدمت اقدس میں حاضر ہوا اور پوچھا کہ یا رسول اللہ ﷺ قیامت کب قائم ہوگی۔ آپ نے فرمایا تو نے اس کے لئے کیا تیار کر رکھا ہے؟ اعرابی عرض کرنے لگا یا رسول اللہ ﷺ میرے پاس نہ تو نمازوں اور روزوں کی کثرت ہے، نہ ہی صدقہ وخیرات کا ذخیرہ ہے، بجز اس کے کہ خدا اور رسول اللہ ﷺ سے محبت کرتا ہوں۔ اس پر رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

المرءُ مع من احب

"جس کو کوئی چاہے گا، اسی کے ساتھ رہے گا"۔

گویا یہ محبت ہی ہے جس سے معیت رسول ﷺ جیسی عظیم نعمت حاصل کی جا سکتی ہے۔ محبت

خدا جہاں قرب محبوب کا وسیلہ ہے، وہاں اسے اچھے خصائل، اعلیٰ اخلاق اور ارفع اقدار کی حیثیت بھی حاصل ہے۔ وہ شخص جو اپنے سینے میں سے غیر اللہ کی محبت نکال پھینکتا ہے۔ اس کا کردار بود و باش کے لحاظ سے لائق تقلید ہوتا ہے یہ محبت ہی ہے، جو اسے رحمت و رافت کا مجسمہ بنا دیتی ہے اور حلم و بردباری جیسے اچھے خصائل اس میں پیدا کرتی ہے اور قناعت جیسی عظیم دولت بھی وہ خدا تعلقی سے ہی حاصل کر سکتا ہے۔

ثمراتِ محبت کا خلاصہ علامہ مصطفےٰ محمد عمار کے الفاظ میں اختصار کے ساتھ پیش کیا جاتا ہے:

ا۔ حلاوتِ ایمان محبت سے حاصل کی جا سکتی ہے۔

ب۔ شدائدِ قیامت پر محبت ہی کی وجہ سے رحمت کا سہارا نصیب ہوگا۔

ج۔ محبت سے قرب باری میسر آتا ہے اور یہ سکون و سرور کی اصل بنیاد ہے۔

د۔ محبت ہی کی وجہ سے اہل جنت کے درجات میں اضافہ ہوتا ہے۔

ہ۔ حسن سلوک، صحبتِ نافعہ سیرت طیبہ، نیت صالحہ اور عیش سعیدہ کی بنیاد محبت ہی ہے۔

و۔ محبت اکمالِ دین کا ذریعہ ہے۔

ز۔ امراض روحانی سے بچنے کے لئے محبت خدا ڈھال کا کام دیتی ہے۔

ح۔ محبت ہی سے "حشر مع الصالحین" ہونے کی امید کی جا سکتی ہے۔

ط۔ اعمال کی قبولیت اخلاص سے ہے اور اخلاص محبت ہی سے حاصل کیا جا سکتا ہے۔

ی۔ "حب فی اللہ" معاشرتی تعلقات مضبوط کرنے کی اصل اساس ہے۔

ک۔ حضور ﷺ کی سنتوں پر مضبوطی اور کتاب اللہ سے تمسک محبت ہی سے حاصل ہوتا ہے۔

ل۔ نیکیوں کی توفیق کا ذریعہ محبت ہی ہے۔

محبت سے ایمان کا مضبوط حلقہ "عروۃ الوثقی" نصیب آتا ہے جو نجات کا ضامن ہے۔

عشق مجازی اور اس کے فسادات:

محبت کی وہ قسم جو خدا اور رسول ﷺ کے ساتھ ہو یا ان کے لئے ہو، وہ محمود ہے۔ اس کے

علاوہ رنگ وشکل کا غلام اور طالب بن جانا مذموم ہے اور اسی کا نام عشق مجازی یا عشق حیوانی رکھا گیا ہے۔ اس کا مبدا شہوت نفس ہوتا ہے۔ حضرت نظامی اسے بازیچۂ شہوت، جوانی سے تعبیر کرتے تھے۔ مولانا رومی نے بھی اسی کی مذمت میں فرمایا:

عشق نبود ایں کہ در مردم بود

ایں فساد خوردن گندم بود

حکماء نے اس محبت کا تجزیہ کرنے کے بعد لکھا کہ ''العشق مرض سوداوی'' (عشق ایک سوداوی مرض ہے) ایک عارف نے تو یہاں تک مشورہ دیا کہ:

وعش فالحب اوله عناء واوسطه سقم وآخره قتل

''زندگی اس طرح گزار کہ دل محبت سے خالی ہو اس لئے کہ اس کا آغاز رنج اور درمیان بیماری اور آخر ہلاکت ہوتی ہے''۔

غالب نے بھی شاید اس کی حقیقت سمجھنے کے بعد ہی کہا تھا:

کہتے ہیں جس کو عشق، خلل ہے دماغ کا

بعض لوگوں کا یہ خیال ہے کہ مجازی سے حقیقت کا حصول ہوتا ہے۔ دراصل یہ تو اس شخص کا حال ہے جس کی نظر ہر چیز میں خدا ہی کا جمال دیکھنے کے لئے اٹھتی ہے۔ اس کا اول وآخر سب حقیقت ہی ہوتا ہے۔ اس کی چاہت وطلب کو مجاز کا نام نہیں دیا جا سکتا۔

صورت چاہی اور رنگ پرستی کے بہت سے فسادات علمائے نفسیات نے لکھے ہیں جنہیں تفصیل کے ساتھ ابن قیم نے ''الجواب الکافی'' میں لکھا اور اس کا خلاصہ ڈاکٹر میر ولی الدین نے ''رموز عشق'' میں تحریر کیا۔

اختصار کے ساتھ عشق مجازی کے چند فسادات لکھے جاتے ہیں:

1 ۔ انسان خالق کی محبت کو چھوڑ کر مخلوق کا غلام بن جاتا ہے۔ یہ بذاتِ خود اس عشق کا بہت بڑا نقصان ہے۔

2۔ اس عشق سے طالب کا دل عذاب میں گرفتار ہوجاتا ہے اور اس کا اخروی نتیجہ بھی بہتر نہیں ہوتا۔

3۔ دل پراگندہ ہوجانے کی وجہ سے بہت سارے دینی احکام رہ جاتے ہیں اور انسان نفس پرستی کا شکار ہوجاتا ہے۔

4۔ بہت ساری آفات وبلیات اسی محبت کا نتیجہ ہوتی ہیں۔ دیوانگی، پریشان خیالی، بعض اوقات معاشی استحصال۔

5۔ انسانی ذہن شیطانی خیالات کا کارخانہ بن جاتا ہے۔

6۔ فکر وتدبر کی قوتیں شل ہوجاتی ہیں۔

7۔ معاشرتی زندگی فساد کی نذر ہوجاتی ہے اور بہت سارے لوگوں کے حقوق تلف ہونے لگ جاتے ہیں۔

8۔ چین اور سکون نام کی کوئی چیز ایسے عاشق کے پاس نہیں ہوتی۔

شعلہ عشق ہو پیدا کہاں سے:

محبت اور عشق باقی صفات وعطیات کی طرح خداوند قدوس کی عطا وعنایت ہی کے محتاج ہوتے ہیں۔

وَاللّٰهُ يَخْتَصُّ بِرَحْمَتِهٖ مَنْ يَّشَآءُ ط (البقرہ:۱۰۵)

"اور اللہ ہے کہ جسے چاہتا ہے اپنی خاص رحمت کے لیے چُن لیتا ہے"۔

ذٰلِكَ فَضْلُ اللّٰهِ يُؤْتِيْهِ مَنْ يَّشَآءُ ط (المائدہ:۵۴)

"یہ اللہ کا فضل ہے جسے چاہے عطا فرمائے"۔

لیکن کائنات کی دوسری اشیاء میں جس طرح علت وقانون اور سبب ووسیلہ کو دخل حاصل ہے، اسی طرح محبت اور عشق بھی بعض وسائل وذرائع اختیار کرنے سے حاصل کیے جاسکتے ہیں۔ اس سلسلہ میں سب سے بڑا ذریعہ اور کارگر نسخہ تو خدا کے دروازے پر سوال کرنا ہے۔ دعا ہی وہ

عظیم عبادت ہے جس سے انسان ساری کائنات یہاں تک کہ اپنے وجود کی بھی نفی کر دیتا ہے اور عجز وانکساری کا مجسمہ بن کر خدا سے امیدیں وابستہ کر لیتا ہے۔ اسی کو اپنا داتا اور حاجت روا تسلیم کر لیتا ہے۔ ادھر اس کی طلب بڑھتی جاتی ہے، ادھر توفیق سہارا بنتی جاتی ہے اور طلب اور توفیق جس زاویے پر مل جاتے ہیں، اہل محبت اسی کو حب وعشق سے تعبیر کرتے ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ محب اعظم رسول اللہ ﷺ بھی اس پاک جذبے میں اضافے کی دعا فرمایا کرتے تھے:

اللهم ارزقنی حبك وحب من احبك وحب ما يقربنی الی حبك واجعل حبك احب الی من المآء البارد

''اے اللہ! مجھے اپنی محبت اور اس کی محبت عطا کر جو تجھے چاہتا ہے اور اس کی محبت عطا کر جو مجھے تیری محبت کے قریب کر دے۔ اے اللہ! اپنی محبت کو مجھے ٹھنڈے پانی سے بھی زیادہ محبوب بنا دے''۔

اور یہ دعا بھی فرماتے:

اللهم ارزقنی حبك ومن ينفعنی فی حبك (ترمذی شریف)

''الٰہی مجھے اپنی محبت عطا کر اور اس کی محبت جو تیری محبت میں مجھے نفع دے''۔

حضرت محبوب الٰہی رحمتہ اللہ علیہ اپنے مریدین کو یہ دعا کرنے کی تلقین فرمایا کرتے تھے:

اللهم انی اسئلك حبك وحب من يحبك والعمل الذی يؤدی الی حبك اللهم اجعل حبك احب الی من نفسی واهلی ومن الماء البارد

''اے اللہ! میں تجھ سے تیری محبت اور اس کی محبت کا سوال کرتا ہوں جو تجھ سے محبت کرتا ہو اور وہ عمل چاہتا ہوں جو تیری محبت تک پہنچا دے۔ اے اللہ! اپنی محبت کو مجھے میری جان، اہل اور ٹھنڈے پانی سے بھی زیادہ محبوب بنا دے''۔

اگر متواتر یہ دعا بطور ورد اور طلب کے پڑھی جائے تو یقیناً اللہ تعالیٰ اپنی اور اپنے محبوب کی

محبت عطا فرمائے گا اور خدا اور رسول اللہ ﷺ کی محبت قرآن اور سنت مطہرہ پر استحکام بخشے گی۔

حصول محبت کا یہی وہ برق اثر طریقہ ہے جس سے ایک شخص حامل محبت ہی نہیں رہتا بلکہ محبت آفرین بھی بن جاتا ہے۔اس کی شخصیت ایک ایسی مقناطیسیت کی حامل ہو جاتی ہے جس پر لوگ پروانہ وار اپنی جانیں نثار کرنا چاہتے ہیں لیکن وہ ہر آنے والے کو مطلوب حقیقی ہی کا راستہ بتاتا رہتا ہے۔

جس طرح لوہے میں مقناطیسیت پیدا کرنے کے لئے اسے مقناطیس کے ساتھ رگڑنا پڑتا ہے، بعینہ کاملین کی مجلس اور صحبت بھی انسان کے سینے میں محبت اور عشق پیدا کرتی ہے اور اسی حقیقت کی طرف پروردگار عالم نے قرآن حکیم میں یوں اشارہ فرمایا ہے:

يَاأَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا اتَّقُوا اللَّهَ وَابْتَغُوا إِلَيْهِ الْوَسِيلَةَ وَجَاهِدُوا فِي سَبِيلِهِ لَعَلَّكُمْ تُفْلِحُونَ (المائدہ:۳۵)

”اے ایمان والو! ڈرو اللہ سے اور ڈھونڈو اس کی طرف وسیلہ اور جہاد کرو اس کی راہ میں تاکہ تم کامیاب ہو“۔

آیت مذکورہ میں ”وسیلہ“ سے مراد توسل کاملین ہے۔اولیاء اللہ اپنی توجہ کامل سے قلوب کے زنگ دور کرتے ہیں اور انہیں نورِ خدا کے وسیلہ سے ایسے پاک صاف بنا دیتے ہیں کہ ان میں حب و عشق کا تخم پھلنا اور پھولنا شروع کر دیتا ہے اور سینے محبت الٰہی کی آماجگاہ بن جاتے ہیں۔

دمِ عارف نسیم صبح دم ہے
اسی سے ریشۂ معنی میں نم ہے
اگر کوئی شعیب آئے میسر
شبانی سے کلیمی دو قدم ہے

اور اسی حقیقت کو مولانا رومی نے یوں بیان فرمایا:

مولوی ہرگز نہ شد مولائے روم
تا غلامِ شمسِ تبریزی نہ شد

حضرت باہو رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

الف اللہ چنبے دی بوٹی مرشد من میرے وچ لائی ہو

نفی اثبات دا پانی ملیا ہر رگے ہر جائی ہو

ہمارے زمانے میں تساہل پسند روحیں اکثر یہ شکوہ کرتے سنی گئی ہیں کہ جی ہمارے دور میں ایسے کاملین ہیں ہی کہاں جن کی نگاہ میں وہ اثر ہو کہ تقدیر کا پانسا پلٹ جائے۔ اس سلسلہ میں پہلی بات تو یہ ہے کہ لوگوں کا معیار ولایت یا کاملیت یا تو اس قدر گھٹیا ہے کہ وہ برسوں برس جوگیوں کی سیوا کرتے رہتے ہیں یا اس قدر بڑھا ہوا ہے کہ ان کے لئے خواجہ غریب نواز، داتا علی ہجویری اور مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہم سے کم درجے کا ولی قابل قبول اور لائق اعتنا ہے ہی نہیں اور کتنے ہی لوگ ایسے بھی ہیں جو اپنی نظریں ایسے آستانوں پر لگائے ہوئے ہیں، جن کے والدین تو کبھی نورِ خدا کے امین تھے لیکن ان کے اپنے دامن شریعت سے بھی خالی ہیں۔ ظاہر ہے ان جہات پر سفر کرنے والوں کو جب مایوسی لاحق ہوتی ہے تو وہ سرے ہی سے نگاہی اثر سے انکار کر دیتے ہیں اور ان کا خاتمہ بھی اسی یاس و قنوطیت کے عالم میں ہو جاتا ہے۔

وہ لوگ جو محبت اور عشق کے طالب حقیقی ہیں انہیں جھونپڑوں پر بھی نظر کرنی چاہئے اور اپنے ماحول کا تیز نگاہی سے جائزہ لینا چاہئے۔ کوئی ایسی جگہ نہیں جہاں کوئی اللہ والا نورِ دین مصطفےٰ ﷺ کی تقسیم میں نہ لگا ہوا ہو۔ اصل بات یہ ہے کہ یرقان کے مریض کو ہر چیز زرد ہی دکھائی دیتی ہے۔

لوگوں کی طلب کا ظرف اس قدر گندہ ہو چکا ہے کہ انہیں خیر کا احساس ہی نہیں ہونے پاتا، یہاں تک کہ پیغامِ اجل زندگی کے مضراب سے اٹھنے والے نغموں کو خاموش کر دیتا ہے۔

وسیلۂ مرشد کے علاوہ صالحین اور ابرار کے ساتھ نشست و برخاست بھی محبت افروزی اور عشق آفرینی میں ممد اور معاون ثابت ہو سکتی ہے۔

صحبت صالح ترا صالح کند

صحبت طالح ترا طالح کند

اگر عطار کے پاس جایا جائے تو عطر میسر نہ بھی ہو تو خوشبو ضرور آ جاتی ہے۔ اہل محبت کے ساتھ بیٹھنے اٹھنے سے قلوب محبت کی مہک ضرور محسوس کرنے لگ جاتے ہیں۔

توجہ، مجلس اور دعا وزاری، جس طرح محبت اور عشق عطا کرتے ہیں۔ اسی طرح حضور ﷺ کی سنتوں کی اتباع اور صالحین کی اطاعت بھی عشق آفرینی کا ایک کارگر نسخہ ہے۔ یہ ایسے ہی ہے جس طرح لوہے میں آپ مقناطیس پیدا کرنا چاہیں تو اسے مقناطیس سے رگڑیں گے۔ اس فعل سے خود بخود لوہے میں مقناطیس والی تاثیر آ جائے گی۔

حضور ﷺ کی سنتوں پر متواتر عمل جاری رکھا جائے تو شاید پہلے پہل یہ معاملہ طبع پر تھوڑا ثقیل واقع ہو، لیکن مرور وقت کے ساتھ ساتھ مزاج کھلے گا اور اس میں مطلوب تک رسائی کا جذبہ ارتقائی منزلیں طے کرنے لگ جائے گا اور دل کی دھڑکنیں محبوب ہی کے لئے وقف ہو کر رہ جائیں گی۔

اس کے علاوہ ذکر، تلاوت اور درود شریف کی کثرت کو معمول بنایا جائے اور کوشش کی جائے کہ ایمان علی وجہ البصیرت حاصل ہو جائے اور ظاہر ہے یہ غور وفکر اور تدبر و تعقل سے حاصل ہوگا۔ عقل کے رستے عشق کا حصول اگرچہ مشکل، دشوار گزار، پر خطر ہوتا ہے لیکن ٹھہراؤ، استقامت اور دلجمعی اسی سے حاصل ہوتی ہے۔

حصولِ عشق کے مذکورہ بالا وسائل کے علاوہ چند مشاہداتی تدابیر بھی اس ضمن میں مفید ثابت ہو سکتی ہیں۔

1۔ اچھے مقاصد کے لئے سفر کیا جائے اور دورانِ سفر رضائے خدا اور خوشنودی مصطفےٰ ﷺ کے لئے ہر ممکن کوشش کی جائے۔

2۔ مجالسِ ذکر کا اہتمام کیا جائے۔

3۔ حلال خوری پر لزوم برتا جائے۔

4۔ اہل محبت کی سوانح حیات کا مطالعہ کیا جائے اور ان کی جدوجہد کو مشعلِ راہ بنا کر

کام کا آغاز کیا جائے۔

5۔ کائنات میں اس طرح غور و فکر کیا جائے کہ صانع پر یقین میسر آجائے، یہی ایقان ایک دن عشق میں بدل جائے گا۔

6۔ صوفی شعراء کا کلام پڑھا جائے۔

7۔ پاکیزہ کتب اور رسائل کو زیر مطالعہ رکھا جائے۔

8۔ قرآن فہمی کا ایک باقاعدہ پروگرام وضع کر کے عمل شروع کر دیا جائے۔

9۔ مسنون اور ماثورہ ادعیہ کا وظیفہ اور ورد کیا جائے۔

10۔ عبرت کے لئے آثارِ قدیمہ اور پرانی آبادیوں کے کھنڈرات دیکھے جائیں۔

11۔ کبھی کبھار شب بیداری کا اہتمام کر لیا جائے۔

12۔ حرمین شریفین کی حاضری کی تڑپ پیدا کرنے کی کوشش کی جائے۔

13۔ رمضان شریف میں اعتکاف کا اہتمام کیا جائے۔

14۔ نعتیں اور حضور ﷺ کی منقبت بار بار پڑھی جائے اور ہو سکے تو محافل نعت کا اہتمام کر کے خشوع و خضوع سے ان کا سماع کیا جائے لیکن غیر شرعی حرکات سے باز رہنا از حد لازمی ہے۔

15۔ تہجد کی نماز کا اہتمام کیا جائے اور اس وقت خلوص دل سے دعا کی جائے۔

16۔ دوست احباب سے رضائے خدا کی خاطر ملاقات کی جائے۔

17۔ کم از کم ہر روز حضور ﷺ کی ایک حدیث شریف پڑھ لی جائے اور کوشش کی جائے کہ اسے آگے بھی کسی تک پہنچا دیا جائے خصوصاً احادیثِ فضائل پڑھی جائیں۔

18۔ موت کو کثرت سے یاد کیا جائے اور اپنے محاسبے کو عادت بنا لینا چاہیے۔

19۔ بزرگ اور سن رسیدہ مسلمانوں سے ملاقات کر کے زندگی کی حقیقت کی کھوج لگائی جائے۔

20۔ صالح علماء اور راسخ فقہائے دین کے ملفوظات کو متاع حیات تصور کیا جائے۔

21۔ بحث و تمحیص میں الجھنے سے گریز کی جائے اور دعوت ذکر و فکر کے علاوہ چپ رہنے کی عادت ڈالی جائے۔

22۔ امر بالمعروف و نہی عن المنکر کے لئے ہر دم اپنے آپ کو تیار رکھنا چاہئے۔

☆☆☆☆☆

حب وعشق اور حکماء و عارفین کے اقوال

حضرت ابوبکر صدیق ؓ:

من ذاق من خالص محبۃ اللہ تعالٰی شغلہ ذلک عن طلب الدنیا و اوحشلہ عن جمیع البشر۔

''جس نے خدا کی خالص محبت کا ذائقہ چکھا، وہ دنیا کی طلب سے باز رہا اور سارے آدمیوں سے وحشت کرنے لگا''۔

حضرت فاروق اعظم ؓ:

عشق عذاب کی ایک قسم ہے اور کوئی عقل مند اس کو اپنے اوپر مسلط کرنے کے لئے تیار نہیں ہوتا۔

نوٹ: حضرت فاروقِ اعظم ؓ کا یہ قول عشق مجازی سے متعلق ہے، جہاں تک عشقِ حقیقی کا تعلق ہے تو آپ کی کیفیت عشقِ رسول ﷺ کے باب میں بیان ہو چکی ہے۔

حضرت جعفر صادق ؓ:

لا یبلغ احدکم حقیقۃ الایمان حتی یحب ابعد الخلق منہ فی اللہ و یبغض اقرب الخلق منہ فی اللہ ومن تعلق قلبہ بحب الدنیا تعلق من ضررھا۔

''تم میں کوئی ایک اس وقت تک حقیقتِ ایمان حاصل نہیں کر سکتا جب تک کہ وہ دور ترین مخلوق سے بھی اللہ کے لئے محبت نہ کرے اور قریب ترین خلق سے اللہ کے لئے بغض (ضرورتاً) نہ رکھ سکے اور ایسا شخص جس کا دل دنیا کی محبت میں پھنس گیا۔ اس نے اس کی مضرتوں کو پالیا''۔

حضرت بایزید بسطامی رحمۃ اللہ علیہ:

اپنے کثیر کو قلیل جاننا اور محبوب کے قلیل کو کثیر سمجھنا محبت ہے۔

حضرت جنید بغدادی رحمۃ اللہ علیہ:

''عشق محبتِ سرمدی کا دوسرا نام ہے''۔

حضرت شبلی رحمۃ اللہ علیہ:

حضرت شبلی سے کسی نے محبّ اور عارف کی تعریف پوچھی۔

آپ نے ارشاد فرمایا:

''عارف اگر بات کرے تو ہلاک ہو اور محبت والا اگر چپ رہے تو ہلاک ہو''۔

اور پھر پڑھا:

يا ايها السيد الكريم

حبك بين الحشا مقيم

يا رافع النوم عن جفوني

انت بما مربي عليم

''میرے آقا تیری محبت میرے سینے میں مقیم ہے اور اے میری آنکھوں سے نیند دور کرنے والے مجھ پر گزرنے والے احوال سے تو خوب واقف ہے''۔

حضرت سری سقطی رحمۃ اللہ علیہ:

''جس نے خدا سے محبت کی وہ زندہ ہوا اور جس نے دنیا کو چاہا وہ محروم ہوا''۔

حضرت سفیان ﷺ:

''حضور ﷺ کی فرمانبرداری کا نام محبت ہے''۔

تمیمی:

عشق نہ اختیار میں ہوتا ہے اور نہ یہ خواہش سے حاصل کیا جاسکتا ہے۔ یہ ایسے ہی ہے جیسے کوئی مہلک بیماریوں میں گرفتار ہو جائے۔

ابو وائل:

”محبت اگر دیوانگی کی انتہا نہیں تو جادو کا نچوڑ ضرور ہے“۔

یحییٰ بن معاذ ؒ:

”ایک رائی کے برابر محبت اس ستر برس کی عبادت سے بہتر ہے، جس میں محبت اور چاہت کی آمیزش نہ ہو“۔

امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ:

”اللہ کی طرف سلوک کے مقامات میں بلند ترین درجہ محبت اور عشق کا ہے“۔

شیخ عبدالحق محدث دہلوی:

”اہلِ ایمان کے دلوں کی زندگی اور روحوں کی غذا محبت ہے۔ احوال میں محبت سے بڑھ کر کسی اور چیز کا مقام نہیں“۔

شیخ شرف الدین منیری:

”حدیث محبت تینوں زمانوں پر محیط ہے۔ اول و آخر و درمیان اسی کا دور دورہ ہے۔ محققین نے کہا ہے کہ یہ عالم اور وہ عالم سب طلب کے لئے ہیں“۔

عرب کی ایک خاتون:

مسکین عاشق، ہر چیز اس کی دشمن ہے۔ ٹھنڈی ہوائیں اس کو بے چین کرتی ہیں، بجلی کی چمک اس کی نیند اڑا دیتی ہے، آثار دیار اس کے قلب میں آگ بھڑکا دیتے ہیں، لوگوں کی ملامت اس کو ایذا پہنچاتی ہے اور یادِ محبوب اس کو بیمار کر دیتی ہے۔ (کشکول)

ارسطو:

”محبوب کے عیوب سے اندھا ہونے کا نام عشق ہے“۔

بقراط:

”کسی کے ملنے کے خیال پر خوش ہونا اور شوق کا حرکت میں آجانا عشق کہلاتا ہے“۔

ابن خلکان:

''عشق موت کا ایک گھونٹ ہے''۔

فارابی:

''عشق سب سے بڑا رنج ہے''۔

جالینوس:

''محبت روح کا ایک فعل ہے''۔ (خلاصۂ کشکول)

حضرت شیخ ابوبکر:

''محبت آگ کا ایک پیالہ ہے جب حواس کے اندر قرار پکڑے تو خوب بھڑکتا ہے اور نفوس میں قائم ہو تو فنا کر دیتا ہے''۔ (رموز عشق)

مولانا مسعود چشتی نظامی:

''عشق جب دل میں پہنچے تو خون کر دیتا ہے اور آنکھوں میں جائے تو جیحون کر دیتا ہے اور جان میں پہنچے تو خاک بنا کر رکھ دیتا ہے، عشق ایک جنون کا نام ہے''۔

ذوقی:

محبت ایک کشش مقناطیسی ہے جو کسی کو کسی کی جانب کھینچتی ہے۔ کسی میں حسن و خوبی کی ایک جھلک کا دیکھ لینا اور اس کی جانب طبیعت کا مائل ہو جانا، دل میں اس کی رغبت، اس کا شوق، اس کی طلب و تمنا اور اس کے لئے بے چینی کا پیدا ہو جانا، اسی کے خیال میں شب و روز رہنا، اسی کی طلب میں تن من دھن سے منہمک ہونا، اس کے فراق سے ایذا پانا، اس کے وصال سے سیر نہ ہونا، اس کے خیال میں اپنا خیال، اس کی رضا میں اپنی رضا اور اس کی ہستی میں اپنی ہستی کو گم کر دینا یہ سب عشق و محبت کے کرشمے ہیں (سر دلبراں)

عشق و محبت پر صوفیا اور شعرا، حکما اور عارفین کے بے شمار اقوال ملتے ہیں، خصوصاً مولانا روم، جامی اور اقبال کا فلسفۂ محبت لائق مطالعہ ہے، چونکہ اس موضوع پر علیحدہ کام کی ضرورت

ہے، اس لئے یہاں طوالت کے خوف سے جو کچھ لکھا جاچکا ہے اسی پر اکتفا کیا جاتا ہے۔

اے یومِ جزا کے مالک! اے محبوبِ کائنات اور اے رحیم وکریم آقا! کانپتے ہونٹوں، لرزتے قلم اور شکستہ دل کی دعا کو شرفِ قبولیت بخش دے۔

مولا! اپنی عنایت وعطا ہی سے ہمیں اپنی محبت اور اپنے حبیب کی محبت عطا فرمادے اور ہمارے گناہوں پر رحمت کی چادر ڈال دے اور ہماری لغزشیں معاف فرمادے۔

آقا! تیرے حبیب کے الفاظ میں ہماری بھی تمنا یہی ہے۔

اللھم ارزقنی حبك وحب من احبك وحب ما یقر بنی الی حبك واجعل حبك احب الی من الماءِ البارد آمین۔

اللھم صل علی سیدنا ونبینا وحبیبنا و شفیعنا محمد وبارك وسلم علیه وعلی آله واصحابه اجمعین

☆☆☆☆☆